قضا نمازوں کا فدیہ وکفارہ

قضا نماز اور اس کا فدیہ اور حیلہ:

سوال: اگر کوئی شخص بے فکری کی وجہ سے، یا دوسری اغراض کی وجہ سے اپنی نماز قضا کرتا ہو، یا تو بے فکر ہے؛ کیوں کہ دل کا مالک خدا ہے کہ اس نے کیوں قضا کیا تو بظاہر اس کو کیا کہا جائے گا؟ اور اگر وہ اپنی طاقت کے موافق تو اس کو ادا کرتا ہے؛ مگر پھر بھی عمر بھر کے اندر پانچ سو، ہزار وقت کی باقی رہ جائے تو اس کا فدیہ کیا ہوگا؟ اور فدیہ کے اندر کوئی ترکیب؛ یعنی حیلہ بھی ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ فدیہ غریب اور امیر دونوں کے واسطے ایک ہے، یا الگ؟ ایسے ہی حیلہ کا حکم دونوں قسم کے آدمیوں کے واسطے ایک ہوگا، یا الگ؟ اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عالمگیری میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی کی کچھ نماز ذمہ میں رہ جائے اور اس کو ادا نہ کرسکے تو چاہے امیر ہو، یا غریب کہ اتنا فدیہ اگر دیا جائے تو یا تو کل مال ختم ہو جائے گا تو وہ اس کو ادا کردے گا۔

تیسرا طبقہ یہ ہے کہ وقت محدود ہو تو وہ اس کو آسانی کے ساتھ ادا کردے گا تو کیا ان تینوں صورتوں کے اندر عالمگیری کا حیلہ کارگر ہوگا کہ صرف ایک قرآن شریف پانچ روپیہ کا خرید کر کوئی غریب کو یہ کہتا ہے کہ میری میت کے ذمہ جو اتنی نماز ہے کہ اس کا فدیہ ادا نہیں کرسکتا، ایسے ہی اس قرآن شریف کا اتنا ہدیہ کہ دینے والا بھی اس کو ادا نہیں کرسکتا، اس نے ان تمام نمازوں کے عوض بھی یہ قرآن شریف تم کو ان تمام فدیہ کے عوض میں دینا چاہتا ہوں، کیا تم اس کو قبول کرتے ہو؟ تو وہ قرآن خواں اس کو کہتا ہے کہ ہاں میں نے ان تمام فدیہ کے عوض میں اس قرآن شریف کو قبول کیا۔ کیا یہ عالمگیری کا حوالہ صحیح ہے؟ پھر یہ زمانہ حال کے لوگ نماز نہیں پڑھتے؛ مگر پھر وہ کلی طور پر نماز کو ختم ہی کردے گا اور ایک قرآن شریف ہدیہ کردے گا۔ (سائل: کوثر علی مدنا پور، بنگال)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

نماز فرض عین ہے اس کو ترک کرنا خطرناک اور کبیرہ گناہ ہے، (۱) پھر اس کی قضاء پڑھنا فرض ہے، جتنی نمازیں بھی

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿أقيموا الصلوٰة﴾ (سورة البقرة: ٤٣)
وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتاً﴾ (سورة النساء: ١٠٣)
عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: فرضت على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ليلة أسرى به الصلاة ==

ذمہ میں ہوں سب کی قضا جلد از جلد پڑھے، ہرگز غفلت نہ کرے، پانچ سو ہوں، یا ہزار ہوں، سب کی قضا پڑھے۔(۱) پوری کوشش کے باوجود اگر کچھ نمازیں ذمہ میں باقی رہ جائیں تو ان کے متعلق فدیہ کی وصیت کردے، ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کے برابر دینا لازم ہے، یہ وصیت ایک تہائی ترکہ سے لازم ہوگی، جب تک اتنا مال ہو کہ ایک تہائی ترکہ سے ہر نماز کے عوض صدقۃ الفطر دیا جاسکے، کوئی حیلہ کرنا درست نہیں۔(۲) یہ کہنا کہ امیر وغریب سب کے لیے یہ حیلہ ہے، غلط اور بے اصل ہے۔ایک تہائی ترکہ سے زیادہ میں فدیہ کی وصیت پورا کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ ورثا کی اجازت پر موقوف ہے۔(۳)

ایک قرآن شریف خرید کردینے کو سب فرض نمازوں کا بدلہ سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے، عالمگیری کی طرف اس کو منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳۹۰/۶/۲۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۷/۳۹۱-۳۹۳)

حیلۂ اسقاط:

سوال: اسقاط؛ یعنی حیلہ جوئی کہ جنازہ کی نماز کے قبل، یا بعد دیا جاتا ہے، وارثان میت پر واجب ہے کہ نہیں؟ وہ حیلہ یہ ہے: ’’گیہوں یک من ساڑھے بارہ سیر اور زر نقد کم از کم سوا روپیہ اور قرآن مجید اور غرض حیلہ دینے والوں کی یہ ہے کہ مردہ کی تمام قضا شدہ روزہ ونماز حج وغیرہ کا یہ کفارہ ہو جاتا ہے اور یہ کل جنازہ کی نماز پڑھانے والے کو دیتے

== خمسين، ثم نقصت حتى جعلت خمساً،ثم نودى:يامحمد ! إنه لايبدل القول لدى،وإن لك بهذا الخمس خمسين.(سنن الترمذى، أبواب الصلاة،باب ماجاء كم فرض الله على عبده من الصلوات: ۱/۱۵ ،مكتبة أشرفية ديوبند)

(قوله: هى): أى الصلاة الكاملة، وهى الخمس المكتوبة (قوله: على كل مكلف):أى بعينه (قوله: بالاجماع): أى و بالكتاب والسنة.(ردالمحتار،كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱،سعيد)

وعن بريدة رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ’’العهد الذى بيننا وبينهم الصلوٰة،فمن تركها،فقد كفر‘‘.(رواه أحمد)(مشكاة المصابيح،كتاب الصلاة،الفصل الثانى،ص:۵۸،قديمى)

(۱) (وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة).لف ونشر مرتب.وجميع أوقات العمر وقت للقضا إلا الثلاثة المنهية .(الدرالمختار)

(قوله:وقت للقضاء):أى لصحته فيها وإن كان القضاء على الفور إلا لعذر.(ردالمحتار،كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶،سعيد)

(۲) ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة و كذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله).(تنوير الأبصار مع الدرالمختار،باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲-۷۴،سعيد)

(۳) (قوله:وإنما يعطى من ثلث ماله):أى فلوزادت الوصية على الثلث،لايلزم الولى إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة.(ردالمحتار،باب قضاء الفوائت : ۲/۷۳،سعيد)

ہیں اور حیلہ لینے والے بیٹھ جاتے ہیں اور ہاتھ میں قرآن شریف لے لیتے ہیں اور ایک دعا بڑی سی پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے قبول کیا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

حیلۂ اسقاط مذکور وارثانِ میت پر واجب نہیں اور ایسی وصیت کو بھی فقہا نے جائز نہیں رکھا۔

قال في الدرالمختار: ونص عليه في تبيين المحارم فقال: لايجب على الولي فعل الدور وإن أوصٰى به الميت لأنها وصية بالتبرع والواجب على الميت أن يوصي بمايفي بما عليه إن لم يضق الثلث عنه فإن أوصٰى بأقل وأمر بالدور وترك بقية الثلث للورثة أوتبرع به لغيرهم فقد أثم بترك ما وجب عليه. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳۰/۴-۳۳۱)

حیلۂ اسقاط:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

سوال (۱) اگر میت اپنے مال کے تہائی حصے کا وصیت کرے کہ میرے پیچھے میرے مال کا ثلث صدقہ کرو، کچھ مجھ پر رمضان کی قضا ہے اور نماز بھی اکثر قضا ہوئی، یہ وصیت شدہ مال اگر جنازہ گاہ میں حاضر کر کے فقرا پر بعد دورہ اسقاط تقسیم کیا جائے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

(۲)　بعد دورہ اسقاط یہ مال فقرا کا حق ہے، یا غنی بھی لے سکتا ہے۔

(۳)　اگر کسی نے قصدا رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں، یا قصداً نمازیں قضا کی ہوں اور مرتے وقت وصیت بالفدیہ کرے تو آیا اس کا وارث فدیہ دیوے گا، یا نہیں؟ اور یہ فدیہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(۴)　اگر ایک شخص مثلاً بیس رمضان کے روزے نہ رکھے تو اس کے فدیہ کا کیا شکل ہوگا، آیا ہر ایک رمضان کے مقابلے میں کفارے کا حساب کیا جائے گا، یا کوئی اور صورت ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

(۱)　اس ثلث وصیت شدہ مال کو فقرا اور مساکین پر تقسیم کر دینا چاہیے، (۲) اس کو قبرستان میں لے جانا اور مروجہ حیلۂ اسقاط اس پر جاری کرنا نہیں چاہیے۔

---

(۱)　رد المحتار، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلوٰة عن الميت: ۶۸۶/۱، ظفير

(۲)　کیوں کہ صدقہ فقرا کا حق ہے، جس جگہ بھی ہو، البتہ اسے جنازے کے ساتھ لے جانا بے معنی ہے اور اگر اس میں آج کل کے بدعات بھی شامل ہوں تو پھر جائز بھی نہ ہوگا۔

(۲)　وہ مال فقرا ومساکین کا حق ہے، اغنیا کو اس میں سے دینا نہیں چاہیے۔(۱)

(۳)　ہاں! جب کہ اس نے موت کے وقت ان نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی وصیت کی تھی تو اس کے ترکہ کے ثلث میں سے فدیہ ادا کرنا وارثوں کے ذمہ لازم ہے،(۲) خواہ یہ نمازیں اور روزے قصداً ترک کئے ہوں، یا بلاقصد۔

(۴)　ہاں! ہر رمضان کے روزوں کا فدیہ جداگانہ اس کے ذمہ ہوگا،(۳) اور اگر قضا کرنے کا موقع اور طاقت ہو تو بیس سال کے روزوں کی قضا رکھنی ہوگی۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۸۷/۴-۱۸۸)

حیلۂ اسقاط:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: حیلۂ اسقاط؟

الجواب

اسقاط کے متعلق سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ مروجہ طریقہ بہت سے مفاسد اور محظورات شرعیہ کو مشتمل ہے، حیلۂ اسقاط جو فقہا نے تحریر فرمایا ہے، وہ اس سے علاحدہ ہے، اس کے موافق عمل کرنا مباح ہے،(۵) اور بہر صورت اس کو ضروری اور لازم سمجھنا حد شرعی سے تجاوز ہے۔ اس مسئلے کی پوری تفصیل ''رسالہ دلیل الخیرات'' میں ملاحظہ فرمائی جائے۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۸۴/۴)

---

(۱)　مصرف الزكاة ... هو فقير. (وفى الشامية) وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر، إلخ، والكفارة، والنذر، وغير ذلك من الصدقات الواجبة. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۳۹/۲، ط: سعيد)

(۲)　فدیہ کے حق میں شریعت نے قصداً ترک کرنے اور غلطی سے چھوٹنے کا فرق نہیں کیا ہے۔

''ولو مات وعليه صلوات فائتة، وأوصٰى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع.

وفى الشامية: (قوله: يعطى بالبناء المجهول) أى يعطى عنه وليه أى من له ولاية التصرف فى ماله بوصاية، أو وراثة فيلزمه ذلك من الثلث إن أوصٰى. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت مطلب فى إسقاط الصلاة عن الميت: ۷۲/۲، ط: سعيد)

(۳)　فيجب عن كل شهر نصف غرارة قمح، إلخ. (رد المحتار، باب قضاء الفوائت، مطلب فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل: ۷۳/۲، ط: سعيد)

(۴)　فدیہ اس صورت میں جائز ہے جب قضا کرنے کا وقت یا طاقت نہ ہو ورنہ جائز نہیں۔

وللشيخ الفانى العاجز عن الصوم الفطر، ويفدى وجوباً... ومتٰى قدر قضى، لأن استمرار العجز شرط الخلفية. (الدر المختار، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۴۲۷/۲، ط: سعيد)

(۵)　ولو لم يترك مالاً يستقرض وارثه، إلخ. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، ط: سعيد)

(۶)　کیوں کہ یہ شریعت سے ثابت نہیں اور خلاف شرع کو لازم اور ضروری قرار دینا بدعت میں داخل ہے۔ وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول، إلخ. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، ط: سعيد)

اسقاط کا مسئلہ:

سوال: اسقاط کا حیلہ جو میّت کے لیے کیا جاتا ہے، اس کا ثبوت شرعًا بھی ہے، یا نہیں؟

الجواب

کچھ نہیں۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۳۴۷)

حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت کیا ہے:

سوال: حیلۂ اسقاط کی تین قسم جو فقہ کی معتبر کتابوں میں مرقوم ہے کہ میت کی جملہ قضا فرائض و واجبات وغیرہ شمار کر کے اس کے فدیہ میں جو گندم مقرر ہو تو پھر کچھ گندم لا کر، یا مقرر گندم کی قیمت مقرر کر کے پھر ایک شئ ذی قیمت وارث فقیر کو دے اور پھر فقیر وارث کو اور پھر وارث فقیر کو دے، اسی طرح تکرار کرتے رہیں، حتی کہ فدیہ کی مقرر گندم کی قیمت پوری ہو جائے تو فدیہ ادا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

ان میں سے جس حیلہ کو بعض فقہا نے لکھا ہے، وہ بصورت ناداری وافلاس ورثہ محض تبرع کے طریق سے فقہا نے لکھا تھا کہ بضرورت اگر ایسا کر لیا جاوے تو امید ہے کہ میت کے ذمہ کے فرائض ادا ہو جاویں؛ مگر ان حیلوں میں جو مفاسد پیش آ رہے ہیں کہ ورثہ باوجود استطاعت کے فدیہ مال پورا ادا کرنا نہیں چاہتے اور حیلہ کر لیتے ہیں اور اس کے سوا دیگر مفاسد شرعیہ بھی ان حیلوں میں ہیں، جن کی وجہ سے ایسے حیلوں سے منع کیا جاتا ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۳۷۰-۳۷۱)

---

(۱) والواجب على الميت أن يوصى بما يفى بما عليه إن لم يضق الثلث عنه فإن أوصٰى بأقل وأمر بالدور وترك بقية الثلث للورثة أوتبرع به لغيرهم فقد أثم بترك ماوجب عليه. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت، مطلب فى إسقاط الصلاة عن الميت: ۱/ ٦٨٦، ظفير)

(۲) ولولم يترك مالاً يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتىٰ يتم. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ٥٣٤، مكتبة زكريا، انيس)

(ولولم يترك مالاً): أى أصلاً أوكان ما أوصٰى به لايفى، زاد فى الإمداد: أولم يوص بشئ وأراد الولى التبرع، إلخ، و أشار بالتبرع إلٰى أن ذلك ليس بواجب على الولى ونصّ عليه فى تبيين المحارم فقال: لايجب على الولى فعل الدور وإن أوصٰى به الميت؛ لأنها وصية بالتبرع والواجب على الميت أن يوصى بما يفى بما عليه إن لم يضق الثلث عنه فإن أوصٰى بأقل وأمر بالدور وترك بقية الثلث للورثة أوتبرع به لغيرهم فقد أثم بترك ماوجب عليه، إلخ. (رد المحتار، باب قضاء الفوائت، مطلب فى إسقاط الصلوٰة عن الميت: ۱/٦٨٦-٦٨٧، ظفير)

حیلہ اسقاط مباح ہے، مگر آج کل کے مروجہ حیلہ اسقاط کا ترک واجب ہے:

سوال: اسقاط مروجہ فی الفنجاب؛ یعنی ایک روپیہ اور دو سیر غلہ اور ایک کلام اللہ شریف امام مسجد لیتا ہے، کیا یہ طریقۂ مسنونہ میں سے ہے، یا نہیں؟ اور بشرط ثبوت اسقاط مروجہ امر ضروری ہے، یا امر مباح؟

(المستفتی: ۲۷۱۷، فیروز خاں (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ، ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء)

الجواب

اسقاط کا یہ رواج کہ ایک روپیہ دو سیر غلہ اور ایک قرآن مجید امام مسجد، یا کسی اور شخص کو دینا اور یہ سمجھنا کہ یہ چیزیں دینا میت کے تمام قضا شدہ روزوں اور نمازوں اور کفارات واجبہ کا فدیہ ہو گیا، غلط ہے۔ اگر روپے کی تعداد اس سے کم وبیش کر دی جائے، مگر معین ہو، مثلاً: ایک روپیہ کے بجائے دس بیس پچاس روپے مقرر کرلیں، اسی طرح غلہ کی مقدار بجائے دو سیر کے دس بیس سیر، یا من دو من مقرر کرلیں، قرآن مجید ایک کی جگہ دو چار، یا دس بیس کر دیں، جب بھی یہ رواج اور طریقہ غلط ہوگا؛ مگر اس کو لازم کر لینا بدعت ہے اور ترکہ مشترکہ میں اس کو شمار کرنا، جب کہ بعض وارث نابالغ بھی ہوں حرام ہے، اسقاط کی جو صورت مباح ہے۔(۱) وہ اس مروجہ صورت سے بالکل مختلف ہے، اس پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے، جو علم رکھتا ہو اور فقہا کی بیان کردہ صورت کو سمجھ کر عمل کر سکتا ہو اور وہ بھی صرف مباح ہے، فرض، واجب، یا سنت نہیں، (۲) اس کے تارک کو نہ ملامت کرنا جائز ہے اور نہ اس پر مجبور کرنا مباح۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی

جواب دیگر:

اسقاط کا جو طریقہ فقہا نے بتایا ہے، وہ پوری طرح ادا کیا جائے تو مباح ہے۔(۳) مروجہ اسقاط تو یقیناً ناجائز اور

---

(۱) ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويد فعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث، ثم وثم حتىٰ يتم. (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، ط: سعيد)

(۲) ونص عليه في تبيين المحارم فقال، لايجب على الولي فعل الدور، وإن أوصىٰ به الميت؛ لأنها وصية بالتبرع. (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، ط: سعيد) (مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۳) وأراد أحد التبرع بقليل لايكفي فحيلته لا براء ذمة الميت عن جميع ما عليه أن يد فع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره لشي من صيام أو صلاة أو نحوه ويعطيه للفقير بقصد إسقاط ما يرد عن الميت فيسقط عن الميت بقدره ثم بعد قبضه يهبه الفقير للولي أو للأجنبي، ويقبضه لتتم الهبة وتملك ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الإسقاط متبرعا به عن الميت فيسقط عن الميت بقدره أيضاً ثم يهبه الفقير للولي، أو للأجنبي ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير متبرعاً عن الميت وهكذا يفعل مرارًا حتىٰ يسقط ما كان بظنه على الميت من صلاة وصيام. (مراقي الفلاح، فصل في إسقاط الصلوٰة والصوم، ص: ۲٦۳، طبع مصطفى البابي الحلبي مصر)

بدعت ہے،(۱) اور میت کی وصیت کے بغیر ترکہ مشترکہ میں سے اسقاط کرنا جب کہ بعض وارث نابالغ بھی ہوں، یا بالغ ہوں؛ مگر ان کی رضامندی نہ ہو، حرام ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴/۱۸۵)

حیلۂ اسقاط کا صحیح طریقہ؛ مگر آج کل ترک بھی ضروری ہے:

سوال: زید بالغ ہوا اور بعد بلوغ ۴۲ رسال تک اس نے نماز فرض نہیں پڑھی، جب ملازمت سے علاحدہ ہوگیا، اس سال انتقال سے کچھ ماہ قبل نماز پڑھی تخمیناً ۵۷ رسال کی عمر کو پہنچ کر اس دار فانی سے خود رخصت ہوئے، ان کے لڑکے حامد جو نیک اور صالح لڑکا ہے اور الحمد للہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، یہ چاہتا ہے کہ اپنے باپ زید کی ۴۲ رسالہ عمر کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے کر اپنے والد کو عذاب آخرت سے نجات دلوائے، حساب لگایا گیا تو کفارہ نماز وروزہ کئی ہزار من کے قریب پہنچتا ہے، جو حامد کی جرأت وہمت سے خارج ہے؛ اس لیے حیلۂ اسقاط فدیہ کرنا چاہتا ہے؛ لیکن اول اس کا طریقہ نہیں معلوم، دوم معلوم نہیں کہ یہ طریقہ شرع میں جائز ہے، یا نہیں؟ اگر یہ طریقہ حیلۂ اسقاط فدیہ شرعاً جائز ہے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ مفصل تحریر فرمایا جائے؟

(المستفتی: ۲۵۱۲، خیراتی چودھری، ہمیر پور، ۹ رجمادی الاول ۱۳۵۸ھ، ۲۸ رجون ۱۹۳۹ء)

الجواب

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی نمازوں کا فدیہ وہ ادا کرسکتا ہے، مثلاً: سو نمازوں کا فدیہ ۴ رمن ۱۵ رسیر گیہوں ہوئے فی نماز ۱ رسیر کے حساب سے تو یہ چار من پندرہ سیر گیہوں کسی مسکین کو یہ کہہ کر دیئے جائیں کہ مرحوم کے ذمہ جس قدر نمازیں ہیں، ان میں پہلی سو نمازوں کا یہ فدیہ ہے، قبول کرو، وہ قبول کر کے قبضہ کرلے، پھر وہ یہ غلہ معطی کو اپنی طرف سے ہبہ کردے، ولی اس پر قبضہ کرلے، پھر وہ مزید سو نمازوں کے فدیہ میں یہ غلہ اسی مسکین کو دے دے اور مسکین قبضہ کرلے، پھر مسکین ولی کو ہبہ کردے اور ولی قبضہ کر کے پھر اس کو مزید سو نمازوں کے فدیہ میں دے دے، اسی طرح تمام نمازوں کا فدیہ پورا کردیا جائے، پھر یہی غلہ سو نمازوں کے بدلے میں دیا جائے، ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ برابر ہے اور ہر مرتبہ میں مسکین کا اور واپسی کے وقت ولی کا قبضہ کرلینا ضروری ہے، جب سب نمازیں اور روزے ختم

(۱) کیوں کہ قرون ثلاثۃ المشہو دلھا بالخیر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۲) عن أبی حرۃ الرقاشی عن عمہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایحل مال رجل مسلم لأخیہ إلاما أعطاہ بطیب نفسہ. (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۲/۸، ط: دارالکتب العلمیۃ بیروت، رقم الحدیث: ۱۶۷۵۶)

عن أبی حرۃ الرقاشی عن عمہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایحل مال أمرئ مسلم إلابطیب نفس منہ. (السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من غصب لوحا فأدخلہ فی سفینہ أوبنٰی علیہ جداراً: ۶/۸، ۵۰، رقم الحدیث: ۱۱۵۴۵، انیس)

ہوجائیں تو دوسرے واجبات (مثلاً کفارہ قسم وغیرہ) کا فدیہ اسی طریق سے ادا کیا جائے، آخر میں غلہ مسکین کو دیکر واپس نہ لیا جائے، یہ حیلہ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو جائز ہے، رات دن کی چھ نمازیں (مع وتر کے) محسوب ہوں گی اور ہر رمضان کے تیس روزے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۸۰/۴-۱۸۱)

مروجہ حیلۂ اسقاط کا چھوڑنا واجب ہے:

سوال: صوبہ سرحد میں یہ مروج ہے کہ میت کو جنازہ دینے کے بعد علماء صاحبان دائرہ بنا کر قبرستان میں بیٹھ جاتے ہیں اور صاحب میت کچھ مال واسباب لے جایا کرتا ہے اور ان روپے وغیرہ کو ان علما کے سپرد کردیتا ہے اور علما صاحبان یکے بعد دیگرے ان اموال کو قبضہ کرادیتا ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فدیہ میت کے صیام وصلوۃ ونذر وکفارات وایمان سے ادا ہوجائے اور ان اسباب میں قرآن شریف بھی ہوتا ہے، اس کے بعد سات نو دفعہ یہ مقابضہ ہوتا رہتا ہے، اس کے بعد وہ سامان سب لوگوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ دائرہ کیسا ہے اور معتبر کتابوں سے اس کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ پھر قرآن ان اسباب کے ساتھ رکھنا یہ کیسا ہے اور قرآن وہ مالک خود لے جاتا ہے، اگر یہ فدیہ ہے تو فدیہ کا ثبوت صحیح ہے؛ لیکن یہاں پر تقسیم کے وقت ہر شخص کو پورا فدیہ نہیں پہنچتا ہے، اس کو واضح بیان فرمائیے اور جو طریقہ فدیہ کا بہتر ہے، اس کو مشرح کیجئے اور یہ دائرہ علما کا ہوتا ہے اور تقسیم پھر عام ہوتی ہے۔

(المستفتی: ۲۷۰۹، مولوی غلام محمد صاحب (ضلع کوہاٹ) ۲۵/صفر ۱۳۶۱ھ، مطابق ۱۴/مارچ ۱۹۴۲ء)

الجواب ——————

یہ دائرے کی رسم صحیح طور پر ادا نہیں کی جاتی اور اس میں فدیہ باقاعدہ ادا نہیں ہوتا اور قرآن مجید رکھنا بے معنی ہے؛

---

(۱) (قولہ: یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا، إلخ) أی او قیمة ذلک والأقرب أن یحسب ما علی المیت ویستقرض بقدرہ بأن یقدر عن کل شهر أو سنة أو یحسب مدة عمرہ بعد إسقاط اثنتی عشرة سنة للذکر وتسع سنین للأنثی؛ لأنها أقل مدة بلوغهما فیجب عن کل شهر نصف غرارة قمح بالمد الدمشقی مد زماننا، لأن نصف الصاع أقل من ربع مد، فتبلغ کفارة ست صلوات لکل یوم ولیلة نحو مد وثلث، ولکل شهر أربعون مداً، وذلک نصف غرارة ولکل سنة شمسیة ست غرائر، فیستقرض قیمتها ویدفعها للفقیر، ثم یستوهبها منه ویتسلمها منه، لتتم الهبه، ثم یدفعها لذلک الفقیر أو لفقیر آخر وهکذا فیسقط فی کل مرة کفارة سنة وإن استقرض أکثر من ذلک یسقط بقدرہ وبعد ذلک یعید الدور لکفارة الصیام ثم للأضحیة، ثم للأیمان، لکن لابد فی کفارة الأیمان من عشرة مساکین. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات، والتهالیل: ۷۳/۲، طبع: الحاج محمد سعید)

موجودہ زمانہ میں اس حیلہ اسقاط میں چوں کہ بے شمار امور مستقبحہ اور ناجائز شامل کردیئے گئے ہیں، لہذا اس سے بچنا واجب ہے۔

کیوں کہ اسے مالک خود لے لیتا ہے، پس اس کو رکھنے سے کیا فائدہ؟ حاصل یہ ہے کہ یہ رسم جس طریقہ سے ادا کی جاتی ہے، یہ واجب الترک ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۴/۱۸۴)

مروجہ اسقاط کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں:

سوال: میت کے واسطے اسقاط جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو طریقہ کیا ہے؟ ایک مقام میں اسقاط اس طرح کرتے ہیں کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوگ چاروں طرف حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں اور متوفی کے وارثین حسب مقدور کچھ نقدی لاکر اور ایک قرآن شریف کے ہمراہ امام صاحب کو دیتے ہیں اور امام صاحب لے کر پھر ان کو اپنے دائیں طرف والے آدمی کو دیتا ہے اور دیتے وقت یہ کہتا ہے کہ میں نے ان کو قبول کیا اور تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ اسی طریقے سے وہ تیسرے کو دیتا ہے، علی ہذا القیاس چاروں طرف تین دفعہ پھراتے ہیں، بعد ازاں تقسیم اس طرح کرتے ہیں کہ مثلاً امام صاحب کو پانچ روپے اور مؤذن صاحب کو ڈھائی روپے اور طالب علم کو ایک روپیہ اور کوئی بہت زیادہ غریب ہو تو اس کو چار آنے دیتے ہیں۔ اس طریقہ مروجہ کو لازم وضروری جانتے ہیں اور تارک و مانع کو ملامت کرتے ہیں۔

(المستفتی:۲۷۶۰، محمد جلال الدین، کوہاٹ پشاور، ۲۶/صفر ۱۳۶۲ھ، مطابق ۶/مارچ ۱۹۴۷ء)

الجواب

اسقاط مروجہ کا شرعاً ثبوت نہیں، ہاں! اگر میت نے وصیت کی ہو، یا وارثین بالیقین میت کے فوت شدہ فرائض و واجبات کا فدیہ دینا چاہیں اور مقدار فدیہ کی پوری ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو قلیل فدیہ کی مقدار کو بذریعہ حیلہ کے بڑھا سکتے ہیں کہ فدیہ قلیل ایک محتاج کو دے دیں اور یہ محتاج بعد قابض ہو جانے کے بعض الورثہ کو دے دے اور بعض ورثہ پھر اس محتاج کو، یا دوسرے محتاج کو دے دے اور اس طرح پر بارہا کرنے سے مقدار فدیہ تک پہنچا دیں؛ لیکن یہ حیلہ نمازوں کے لیے علاحدہ کریں اور روزوں کے لیے علاحدہ اور قربانی کے لیے علاحدہ اور کفارہ ایمان کے لیے علاحدہ ایمان کے کفارہ میں دس مساکین کو دینا ضروری ہے، ایک کو دینا درست نہ ہوگا، مثلاً: میت سے چالیس روز کی

---

(۱) کیوں کہ علماء نے حیلۂ اسقاط کی اجازت مجبوری کی حالت میں دی ہے؛ یعنی میت کے ترکے میں اتنا مال نہ ہو کہ جس سے اس کے کفارات ادا ہوں تو اس صورت میں یہ حیلہ تجویز کیا ہے اور اس میں بھی کئی شروط ہیں؛ لیکن آج کل مالداروں کا بھی حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے اور پھر اس کو ضروری قرار دیتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں؛ اس لیے آج کل کا مروجہ حیلہ اسقاط واجب الترک ہے۔

من أصر علیٰ أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطٰن من الأضلال، فكيف من أصر علیٰ بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح، باب الدعاء فى التشهد: ۳/۳۱، مكتبة حبيبية كوئتة)(الفصل الأول: ۲/۴۰۹، مكتبة فخرية ديوبند، انيس)

نمازیں قضا ہوگئی ہیں اور فدیہ کی قلیل مقدار صرف ایک من دو سیر گیہوں موجود ہے تو دس مرتبہ بعض وارث کسی محتاج کو ہبہ، یا قبضہ کردے اور یہ محتاج ہر مرتبہ بعد قبضہ کرلینے کے بعض الوارثین کو واپس کردے، یا ایک من دو سیر گیہوں کی قیمت پر یہ حیلہ کرلیں۔

ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير أو لفقير أخر وهكذا فيسقط في كل مرة كفارة سنة وإن استقرض أكثر من ذلك يسقط بقدره وبعد ذلك يعيد الدور لكفارة الصيام ثم للأضحية ثم للأيمان لكن لابد في كفارة الأيمان من عشرة مساكين. (ردالمحتار)(۱)

لیکن اس حیلہ مذکورہ کو بھی دواماً والتزاماً رسم بنالینا ہرگز جائز نہ ہوگا۔(۲) فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ، نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

جواب صحیح ہے، اسقاط مروج میں اور بھی بہت سی ناجائز صورتیں شامل ہیں، لہذا یہ رسم تو بہر حال واجب الترک ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۸۵/۴-۱۸۶) ☆

---

(۱) ردالمحتار، باب قضاء الفوئت، مطلب في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل: ۵۳۴/۲، مكتبة زكريا ديوبند

(۲) کیوں کہ حیلہ ہر وقت درست نہیں؛ بلکہ کسی مجبوری کی وجہ سے یہ حیلہ کیا جاتا ہے، مثلاً: وصیت نہ کی ہو، یا کی ہو؛ لیکن ثلث سے کم کی وصیت کی ہو، جیسا کہ شامیہ میں ہے:

"والواجب على الميت أن يوصي بما يفي بما عليه إن لم يضق الثلث عنه، فإن أوصى بأقل وأمر بالدور وترك بقية الثلث للورثة أو تبرع به لغيرهم فقد أثم بترك ما وجب عليه. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، ط: سعيد) (مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت، انيس)

اسی طرح مرقات شرح مشکوۃ میں ہے:

من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح، باب الدعا في التشهد: ۳۱/۳، ط: مكتبة حبيبة كوئتة) (الفصل الأول: ۴۰۹/۲، مكتبة فخرية، ديوبند، انيس)

☆ اسقاط کی مذکورہ صورت مہمل اور بیکار ہے:

سوال: جب میت کے لیے اسقاط کیا جاتا ہے تو عموماً محلّہ کی مسجد سے قرآن شریف لے جاکر جنازے میں رکھ دیتے ہیں، اسی طرح قبرستان تک اس میں رہتا ہے، نماز جنازہ کے بعد امام اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے، میت کا وارث، یا کوئی رشتہ دار اس قرآن شریف کو جنازے سے نکال کر امام صاحب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے، امام میت کے وارث کو سامنے بیٹھا کر میت کے گناہوں کے کرنے اور واجبات وفرائض کے ترک کی کوتاہیوں میں اس قرآن کو بطور کفارہ پیش کرتے ہوئے دعا مانگتا ہے، بعد ازاں مسجد کا قرآن مسجد میں واپس بھیج دیا جاتا ہے اور امام صاحب کو ایک روپیہ معاوضتہ دیا جاتا ہے، کیا یہ صورت جائز ہے؟ نیز صحیح مسئلہ اسقاط جسے فقہا نے بیان کیا ہے، وہ کیا ہے؟

(المستفتی: ۲۸۰۷، محمد احسن ہاشمی (کراچی) ۲۹/ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ) ==

==

الجواب

اسقاط کی یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے، مہمل اور بیکار ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں اور مسجد کا قرآن مجید بھی اس کام کے لیے لے جانا جائز نہیں ہے، (مسجد کے قرآن مسجد میں پڑھنے والوں کے لیے وقف ہوتے ہیں، ان کو مسجد سے لے جا کر پڑھنا بھی درست نہیں، چہ جائیکہ شریعت سے غیر ثابت شدہ کام کے لیے لے جایا جائے) حیلۂ اسقاط جو فقہاء نے ذکر کیا ہے، وہ بھی ضروری نہیں۔ (ونص عليه في تبيين المحارم فقال: لايجب على الولي فعل الدور وإن أوصٰى به الميت؛ لأنها وصية با لتبرع. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، ط: سعيد) (مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت، انیس) اگر کوئی میت کی مغفرت کے لیے اس پر صحیح طور پر عمل کرے تو میت کو ثواب پہنچنے کی امید ہے، وہ یہ ہے کہ اگر میت کے ذمہ اتنی نمازیں اور روزے ہوں، جس کا فدیہ اتنا زیادہ ہوتا ہو کہ وارثوں کو ادا کرنے کی طاقت نہ ہو، مثلاً بیس من گیہوں ہوتے ہوں اور وہ قادر نہ ہوں کہ اتنے گیہوں ادا کریں تو جتنے وہ ادا کر سکتے ہوں، مثلاً دس سیر گیہوں تو وہ دس سیر گیہوں اس کی دس نمازوں کے فدیہ میں کسی مسکین کو دے دیں، وہ مسکین قبضہ کر کے پھر وارث کو ہبہ کر دے، وارث قبضہ کر لے، پھر وہ مزید دس نمازوں کے بدلے میں وہ گیہوں مسکین کو دے دے، مسکین قبضہ کر لے، پھر اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کر دے، وارث قبضہ کر لے، اسی طرح کرتے رہیں، یہاں تک کہ میت کی تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہو جائے۔ (ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا و يدفعه لفقير ثم يد فعه الفقير للوارث ثم، وثم حتٰى يتم. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۵۳۴/۲، مكتبة زكريا، ديوبند، انیس)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۸۷/۴)

مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں:

سوال: بعض علاقہ کے علماء نے روزوں اور نمازوں اور دیگر فرائض اور واجبات جو کہ میت سے فوت شدہ ہوتے ہیں، ان کے ادا کرنے کا جو حیلہ اسقاط اختیار کیا ہے، اس میں ایک جدید اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اس مال غلہ وغیرہ کو اٹھوا کر محتاجین کے حلقے میں پھرواتے ہیں، اس طرح پر کہ اٹھانے والا ہر ایک شخص کے پاس لے جاتا ہے، وہ شخص اس پر ہاتھ رکھ کر قبول کر لیتا ہے، اس کے بعد دوسرے اپنے پاس والے کے ملک میں کر دیتا ہے تو یہ اٹھانے والا دوسرے کے پاس لے جاتا ہے، اسی طرح تیسرے کے پاس اور پھر چوتھے کے پاس یہاں تک کہ حلقے کے اشخاص میں سے ہر ایک شخص کے پاس لے جاتا ہے اور اکثر علما اس کے برخلاف اس مال غلہ وغیرہ کو ایک ہی جگہ پر رکھا رہنے دیتے ہیں اور حلقہ میں سے ہر ایک شخص دوسرے کے ملک میں اس فدیہ کے مال کو کر دیتا ہے، بالتمكن والتخليه والاشاره توان دو فریق میں سے کون فرقہ حق پر ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: ۳۱۸، مولوی محمد جمیل (ضلع راولپنڈی)، ۵/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ، ۱۸/جون ۱۹۳۴ء)

الجواب

(از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی)

بعض علما فریق اول کا فدیہ کے مال کو اٹھوا کر پھروانا کل حلقہ میں عبث ہے؛ کیوں کہ شے موجود ومشاہد پر قبضہ موہوب لہ کا بالتمكن والتخلية بھی ہو جاتا ہے۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے:

" (والتمكن من القبض كالقبض فلو وهب لرجل ثيابا في صندوق مقفل ودفع اليه الصندوق لم يكن قبضا) لعدم تمكنه من القبض (وإن مفتوحا كان قبضا لتمكنه منه) فإنه كالتخلية في البيع اختيار. وفي الدر المختار صحته بالتخلية، إلخ. (كتاب الهبة: ۶۹۰/۵، ط: سعيد)　==

ٍ== ردالمحتار معروف وفتاوی شامی نے اس کے متعلق لکھا ہے:

(قوله صحته)أى القبض بالتخلية،إلخ.(المجلد الرابع،ص:٥٦٠)(كتاب الهبة:٦٩٠/٥،ط:سعيد)

اور فعل عبث کا ارتکاب مکروہ ہوتا ہے۔تنویر الابصار درمختار میں ہے:

(و) كره(كل لهو)لقوله عليه الصلاة والسلام:"كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة ملاعبته أهله وتأديبه لفرسه ومناضلته بقوسه.(ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة،باب الإستبراء وغيره،فصل فى البيع:٩/ ٥٦٦،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

ردالمحتار میں اس کے متعلق لکھا ہے:

(قوله:وكره كل لهو)أى كل لعب عبث فالثلاثة بمعنى واحد كما فى شرح التأويلات،إلخ.(المجلد الخامس،ص:٢٧٥)(كتاب الحظروالاباحة فصل فى البيع:٣٩٥/٦،ط:سعيد)(باب الإستبراء وغيره،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس)

لہٰذا فریق اول بعض علما کا غلطی پر ہے اور اکثر علماء کا فریق بجانب حق ہے، یہ تحریر بالا نہ لحاظ بہ وتملیک وقبضہ کے لکھ دی ہے؛ مگر اسقاط مروج بوجہ مخالف ہونے اس طریق وصورت کے جو کہ فقہائے کرام نے لکھی ہے ناجائز اور ماسوا اس کے دیگر وجوہات کثیرہ سے بھی اسقاط مروج ناجائز ہے۔فقط

اجابہ وکتبہ: حبیب المرسلین، نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب: از حضرت مفتی اعظمؒ)

اسقاط مروج بوجوہ کثیرہ ناجائز اور مفاسد عدیدہ پر مشتمل ہے؛ اس لیے اس مروجہ طریقہ کا ترک کرنا ہی واجب ہے۔(وهٰـــــذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها؛لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالىٰ.(ردالمحتار،باب صلاة الجنائز،مطلب فى كراهة الضيافة من أهل البيت:١٤٨/٣،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس) مروجہ حیلہ اسقاط کئی وجوہ سے ناجائز ہے،مثلاً اس کا معتبر کتابوں میں ذکر نہ ہونا اور اگر کسی کتاب میں ہو بھی تو ان کے بتائے ہوئے شرائط پر عمل نہ کرنا اور اس کی صحت کے لیے علما نے تقریباً بیس شرائط لکھی ہیں، ملاحظہ ہو! کتاب ''مروجہ حیلہ اسقاط'' مفتی احمد ممتاز صاحب اور مولانا سرفراز صاحب کی کتاب ''راہ سنت'' اور سب سے بڑی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ کسی نے بھی اس کو فرض، واجب، یا سنت نہیں بتایا؛ بلکہ صرف مستحب بتایا ہے اور آج کل اس کے ساتھ واجب اور فرض جیسا معاملہ کیا جاتا ہے جو کہ واجب الترک ہے) رہا یہ کہ ہبہ میں تخلیہ کے ساتھ قبضہ ہو جاتا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ ہو جاتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۱۷۸/۴-۱۸۰)

مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں:

سوال: کتاب مسائل موتی مصنفہ مولانا مولی بخش صدیقی بہاری،ص:۲۸ میں ہے کہ''اگر کسی شخص پر روزہ، یا نماز قضا رہ جائے اور اسی صورت میں مر جائے تو اس کے فدیہ کے متعلق تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر وہ اس کی بابت وصیت کی ہے تو اس کی فدیہ ثلث مال سے ادا کریں، ورنہ مورث پر تبرع ہے، یا اسی طرح اگر مردہ اتنا مال نہیں چھوڑ گیا، جس سے وہ ادا ہو اور وارث بھی محتاج ہے تو حیلہ کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ جس قدر گیہوں کہ حساب سے ہوا ہے، اس کی قیمت ٹھہرا کے اس کے عوض میں ایک کلام اللہ، یا کوئی چیز قیمتی مثلاً کوئی کتاب، یا تسبیح، یا کوئی دوسری چیز کہ اس کی ملک ہو، مسلمان کے سامنے ہاتھ پر رکھ کر کسی مسکین محتاج کے پاس بھیجیں اور کہیں کہ یہ کلام اللہ، یا فلاں چیز اتنے گیہوں کے عوض میں ہم نے تیرے ہاتھ بیچی اور مسکین اس بات کو قبول کر لے اور دو آدمی گواہ رہیں تو وہ چیز اس مسکین کی ہوگی اور اتنے گیہوں کا ادا کرنا اس مسکین پر واجب ہوا، بعد اس کے بیچنے والا اس فقیر سے کہے کہ فلاں بن فلاں کے ذمہ پانچ وقتی نماز اور واجبات اتنی مدت کے اور رمضان کے روزے اور بعض حقوق خدا تعالیٰ کے ادا کرنا اس پر واجب تھے اور اسی وقت اس سے ہو نہیں سکتا، ==

قضا ادا نہ ہوسکی اور مرض الموت میں گرفتار ہوگیا تو کیا کرے:

سوال: اگر قضا کرنے کی نوبت نہ آئے کہ مرض الموت میں گرفتار ہوجائے اور فدیہ کی طاقت نہ ہوتو مواخذہ سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب

فوت شدہ نمازوں کا ادا کرنا، یا فدیہ دینا بھی موجب سقوط عذاب ہوسکتا ہے، باقی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۲/۴)

سخت بیماری میں روزہ ونماز کا ترک اور اس کا کفارہ:

سوال: زید کی دادی کا عرصہ پانچ سال تک ایک ایسے مرض میں مبتلا رہ کر جس کی وجہ سے ان کا ایک ہاتھ پیر بیکار ہوگیا تھا، جس کو مرض فالج تجویز کیا جاتا ہے بعمر ۵۸/سال انتقال کیا، جس وقت وہ چلتی رہیں اور ہوش وحواس قائم رہے، اس وقت تک وہ نماز روزہ ادا کرتی رہیں، مگر جس وقت سے وہ چلنے پھرنے سے ناقابل اور ہوش وحواس بھی قائم نہ رہے، روزہ نماز بھی ترک ہوگیا۔ خود، یا کسی کے کہنے سے اگر نماز پڑھنے کے لیے پلنگ ہی پر قبلہ روبٹھا دیا جاتا تھا تو نماز پڑھنے لگتی تھی؛ مگر نماز میں اِدھر اُدھر دیکھتی رہتی تھی، لہٰذا بحالت مذکورہ جب کہ اکثر اوقات ان کو پیشاب

== سواب اس قدر گیہوں اس چیز کے عوض تجھ پر دینا فرض ہوگیا ہے، اس شخص کے صدقہ کی بابت میں نے تجھ کو دیا، وہ مسکین کہے کہ میں نے قبول کیا، اسی طرح تین دفعہ کہے اور وہ مسکین بھی قبول کرلے تو افضال الٰہی سے امید قوی ہے کہ وہ میت بخشی جاوے گی''۔ بعینہ کتاب کی عبارت لکھی گئی، اس حیلہ مذکورہ کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۷۱۸، مولانا مشرف حسین (ضلع پابنہ) ۲۶/شوال ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۲/جنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب

یہ حیلہ اسقاط کہلاتا ہے۔ بعض فقہا نے اس کی صورتیں بتائی ہیں اور استحباباً اس کے عمل میں لانے کو کہا ہے۔ (ولولم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويد فعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتیٰ يتم. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، ط: سعيد) سوال میں جو صورت مذکور ہے، یہ بھی ممکن ہے؛ لیکن لوگ اس کو ضروری ولازم سمجھ لیتے ہیں اور پھر وہ ایک رسم بن جاتی ہے اور تارک کو طعن کرنے لگتے ہیں؛ اس لیے اس کو رواج دینا نہیں چاہیے۔ (لأن الجهال يعتقدونها سنة أوواجبة وكل مباح يؤدي إليه فمكروه... (قوله فمكروه) الظاهر أنها تحريمية؛ لأنه يد خل في الدين ماليس منه. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة مطلب في سجدة الشكر: ۵۹۸/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس) بالخصوص قرآن مجید کو تو اس میں لانا ہی نہیں چاہیے کہ اس کی بے قدری ہوتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۱۸۰/۴)

(۱) سورة النساء: ۴۸، انيس

پاخانہ کی بھی خبر نہ رہتی تھی ان پر نماز وروزہ فرض تھا، یانہیں؟ اگر فرض تھا تو اب ان کی ادائیگی کس حساب سے اور کس طرح کی جاوے؟

الجواب

روزہ تو ایسے مرض میں مؤخر ہوجاتا ہے اور ایسی حالت میں فدیہ روزہ کا دینا واجب ہوجاتا ہے اور وہ کافی ہوجاتا ہے،(۱) نماز ان کے ذمہ فرض ہے، البتہ نمازیں جو انہوں نے ایسی حالت میں پڑھیں، وہ ہوگئیں،(۲) اور جو نماز بالکل نہیں پڑھی، اس کا فدیہ وارثوں کو دے دینا چاہیے، گو بدونِ وصیت کے اور بدونِ اس کے کہ وہ کچھ ترکہ چھوڑیں، فدیہ دینا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں ہوتا؛ لیکن فدیہ کا دے دینا بہتر ہے اور امید ہے کہ وہ فدیہ ان کی فوت شدہ نمازوں کی کفارہ ہوجائے گا۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳۴/۴)

جسے طاقت نہ ہو، وہ نماز کا فدیہ دے سکتا ہے، یانہیں:

سوال: جو شخص ناطاقت ہے، وہ اپنی عمر کے روزے اور نماز کی قضا کی بابت فدیہ دینا چاہتا ہے، وہ روپیہ مدرسہ دینی میں کس مصرف میں خرچ ہوسکتا ہے، اس میں تملیک ضروری ہے، یانہیں؟

الجواب

شیخ فانی کو روزہ کا فدیہ دینا تو درست ہے؛(۴) لیکن نماز کا فدیہ خود اس کو دینا درست نہیں ہے اور نمازیں اس فدیہ سے ساقط نہ ہوں گی؛ کیوں کہ نماز میں یہ وسعت ہے کہ اگر کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر بھی نہ

---

(۱)　وللشيخ الفاني العاجزعن الصوم الفطرويفدى وجوباً،إلخ.(الدرالمختار)(الدرالمختار، كتاب الصوم، فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۱۵۳/۱،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(للشيخ الفاني)أى الذى فنيت قوته أوأشرف على الفناء ولذا عرفوه بأنه الذى كل يوم فى نقص إلٰى أن يموت... عن الكرماني:المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض،آه.(ردالمحتار، كتاب الصوم : ۱۶۳/۲، فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم،ظفير)(باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها:۴۱۰/۳،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(۲)　من تعذرعليه القيام لمرض،إلخ،(صلى قاعدًا) ولومستندًا إلٰى وسادة،إلخ،(كيف شاء).(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، باب صلاة المريض: ۷۰۸/۱،ظفير)

(۳)　ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصٰى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم و إنما يعطى من ثلث ماله.(الدرالمختار)(ردالمحتار،باب قضاء الفوائت: ۵۳۲/۲-۵۳۳،مكتبة زكريا،انيس)

وأما إذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد فى الزيادات:إنه يجزيه إن شاء اللّٰه تعالٰى.(رد المحتار،باب قضاء الفوائت: ۶۸۵/۱-۶۸۶،ظفير)(مطلب فى إسقاط الصلاة عن الميت: ۵۳۳/۲،مكتبة زكريا،انيس)

(۴)　والشيخ الفاني الذى لايقدرعلى الصيام يفطرويطعم لكل يومٍ مسكيناً كما يطعم فى الكفارات.(الهداية، كتاب الصوم،باب مايوجب القضاء والكفارة: ۲۰۴/۱،ظفير)

پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے اور اگر رکوع وسجود کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا تو اشارہ سے پڑھے،(۱) البتہ بعد اس کے مرنے کے جو نمازیں اس کے ذمہ رہ جاویں، یا روزے رہ جاویں اور وہ وصیت فدیہ دینے کی کرے اور مال بھی چھوڑ دے تو اس کے وارثوں کے ذمہ فدیہ کا ادا کرنا ضروری ہے اور حکم اس کا زکوٰۃ کا سا ہے، تملیک فقیر اس میں ضروری ہے۔ پس اگر مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کے لیے دیا جاوے تو یہ بھی درست ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہے؛ کیوں کہ علم دین کے طلبہ کی امداد ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۴۳۷-۴۳۸)

اخیر وقت میں کئی وقت کی نماز نہیں پڑھی تو کیا کیا جائے:

سوال: ایک شخص کا انتقال ۲۰/شوال کو ہوا اور رجب سے ۲۰/شوال تک یہ صورت رہی کہ کبھی اس نے نماز پڑھی اور کبھی نہیں، حالاں کہ اس کو اس قدر قوت رہی کہ پانی مانگ سکے اور سر اٹھا سکے؟

الجواب

اس کے ذمہ وہ نمازیں فرض رہیں اور وصیت کرنا فدیہ کی اس کے ذمہ لازم تھی، پس وصیت ایک ثلث ترکہ سے فدیہ اس کی نمازوں کا ادا کیا جاوے اور ثلث سے زیادہ میں وارثوں کو اختیار ہے، اگر وہ چاہیں ادا کریں اور یہ بہتر ہے، ورنہ ان پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۴/۴۳۶، ۴۳۷)

مرض الموت کی نمازوں کے فدیہ کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہو اور موت سے کچھ دن قبل ہوش وحواس باقی نہ رہے تو جو نمازیں اس بے ہوشی کے عالم میں قضا ہو جائیں تو کیا ان قضا نمازوں کا فدیہ دینا لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا

اگر چوبیس گھنٹے سے زیادہ چھ نماز کے وقت تک بے ہوشی رہی تو ان نمازوں کا فدیہ لازم نہیں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۷/۳۹۳)

---

(۱) من تعذر عليه القيام أى كله لمرض إلخ صلى قاعدًا، إلخ، كيف شاء، إلخ، وإن تعذرا، إلخ، أومأ قاعدًا، إلخ، وإن تعذر القعود أومأ مستلقيا، إلخ، وإن تعذر الإيماء برأسه وكثرت الفوائت، إلخ، سقط القضاء عنه. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المريض: ۱/۷۰۸، ظفير) (كتاب الصلاة: ۲/۵٦٤-۵۷۰، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصىٰ بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من برو كذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۵۳۲-۵۳۳، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس) ==

نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا افضل ہے، یا حج بدل کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے ماں باپ، روزہ نماز کے پابند نہ تھے، لاپرواہی سے نماز نہ پڑھتے تھے، اللہ جل شانہ نے زید کو مالی وسعت بخشی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے امسال حج کراویں، حالاں کہ ان کے والدین پر حج فرض نہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ زید کے لیے والدین کے نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا والدین کے لیے زیادہ مفید ہوگا، یا حج کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

قاعدہ عقلیہ بھی ہے اور شرعیہ بھی کہ جلب منفعت پر دفع مضرت مقدم ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرائض علی الخصوص ترک صلوٰہ پر بے حد تشدید ووعید بالعذاب وارد ہے اور قدر مشترک متواتر المعنی ہے، لہٰذا اداء فدیہ کے ذریعہ إنقاذ من العذاب والدین کے حق میں ازبس مفید وراجح ہے۔

ناکارہ نے اپنی بضاعت کے مطابق کتب فقہ کا کافی تتبع کیا، اس کے باوجود کوئی جزئیہ صراحتاً نہیں مل سکا، البتہ فقہ کی مجموعی عبارات سے فدیہ ہی کا ادا کرنا بچند وجوہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) فدیہ ادا کرنے کے بعد مطالبہ میت سے ساقط ہو جاتا ہے، البتہ تاخیر کا گناہ باقی رہتا ہے، بخلاف حج کے کہ اس سے سقوط مطالبہ کی تصریح نہیں ملتی۔

وإن لم يوص وتبرع وليّه به جاز، إلخ. (۱)

وقال العلامة الشامي: أقول لامانع من كون المراد به سقوط المطالبة عن الميت بالصوم في

== فلوزادت الوصية على الثلث لايلزم الولي إخراج الزئد إلا بإجازة الورثة. (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۱/ ۶۸۵، ظفير) (مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت: ۵۳۳/۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۳) حدثنا أحمد بن يونس، ثنازائده، عن عبيد الله عن نافع قال: أغمى علىٰ عبد الله بن عمررضى الله تعالىٰ عنهما يوما وليلة، فأفاق، فلم يقض مافاته واستقبل". (كذا في نصب الرأية: ۳۰۵/۱) (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب المغمى عليه: ۱۹۱/۷، إدارة القرآن، كراچى)

قال العلامة الحصكفي: (ومن جن أو أغمى عليه) ولوبفزع من سبع أو آدمى (يوماً وليلة، قضى الخمس، وإن زادت فاتت صلاة) سادسة (لا) للحرج فلو أفاق في المدة. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۱۰۲/۲، سعيد)

(قوله: وعليه صلوات فائتة): أى بأن كان يقدر علىٰ أدائها ولوبالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلايلزمه وإن قلت". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۷۲/۲، سعيد)

حاشية صفحه هذا:

(۱) ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالايفسده: ۴۰۷/۳، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس

الآخرة وإن بقى عليه إثم التأخير كما لو كان عليه دين عبد وما طله أحد حتٰى مات فأوفاه عنه وصيه أو غيره، إلخ. (ردالمحتار: ۱۶۱/۲)(۱)

(۲) فدیہ کا ادا کرنا انفع للفقراء بھی ہے، بخلاف حج کے کہ وہ فقرا کے لیے نفع بخش نہیں ہے۔

(۳) صلوٰۃ وسلام متروکہ میں فقہا کرام فدیہ کو ذکر کرتے ہیں؛ لیکن حج کا ذکر باوجود تتبع کثیر کے کہیں نہیں مل سکا، چناں چہ صاحب درمختار لکھتے ہیں:

''وأما من أفطر عمدًا فوجوبها عليه بالأولٰى''. (۲)

بلکہ وصیت کی صورت میں فدیہ ہی کو لازم قرار دیتے ہیں اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کو جائز قرار دیتے ہیں:

''وفدى لزوماً عنه أى عن الميت وليه الذى يتصرف فى ماله كالفطرة قدرًا''، إلخ. (۳)

وفى الشامى: أى يلزم الولى الفداء عنه من الثلث إذا أوصٰى وإلا فلا يلزم بل يجوز، الخ(رد المحتار: ۱۶۱/۲)(۴)

(۴) فدیہ ادا کرنے کی صورت میں حقوق العباد کی ادئیگی ہے اور حج کرنے کی صورت میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور حقوق العباد مقدم ہے حقوق اللہ پر۔

(۵) فدیہ بہر حال من جانب میت ہوتا ہے، اگر وصیت کی ہو تو لزوماً، ورنہ جوازاً، چوں کہ ورثا کا دینا گویا کہ میت ہی کا دینا ہے، بخلاف حج کے کہ وہ من جانب میت نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا صرف ثواب ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے:

''وأما الحج، فمقتضٰى ما سيأتى فى كتاب الحج عن الفتح: أنه يقع عن الفاعل و للميت الثواب فقط وأما الكفارة فقد مرت متناً. (۱۶۳/۲)(۵)

(۶) قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہی ادا کیا جائے، چوں کہ حج فرض کے بارے میں تمام فقہا لکھتے ہیں کہ وہ حج ہی کے ذریعہ ذمہ سے ساقط ہوگا، صدقہ وغیرہ سے حج فرض ساقط نہیں ہو سکے گا، اسی طرح صلوٰۃ وصوم کا سقوط بھی ذمہ سے صلوٰۃ وصوم کے ذریعے ہی ہونا چاہیے تھا؛ مگر حدیث پاک میں ممانعت موجود ہونے کی وجہ سے فدیہ کو اس کا بدل قرار دیا گیا ہے۔(۶)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصوم، باب وما لايفسد، فصل فى العوارض: ۴۰۷/۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲-۴) ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده: ۴۰۶/۳، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس

(۵) ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالايفسد، فصل فى العوارض: ۴۱۰/۳، مكتبة زكريا، انيس

(۶) عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: لا يصلى أحد عن أحد ولا يصوم أحد عن أحد، إلخ. (السنن الكبرىٰ للنسائى، كتاب الصيام، باب صوم الحى عن الميت، إلخ: ۱۷۵/۲، انيس)

"لایصوم أحد عن أحد ولا یصلی أحد عن أحد". (۱)

لہٰذا اگر چہ وصیت نہ کی ہو؛ لیکن صوم وصلوٰۃ کا سقوط ذمہ سے فدیہ ہی سے ہو سکے گا، حج سے نہیں، چوں کہ یہی صوم وصلوٰۃ کا بدل ہے، البتہ فدیہ کی ادائیگی کے بعد حج کرلیں اور ثواب والدین کو پہونچا دیں تو یہ نور علیٰ نور ہے۔ حدیث پاک میں اس کی فضیلت موجود ہے۔

عن عطاء بن أبی رباح عن زید بن أرقم قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما. واستبشرت أرواحھما فی السماء وکتب عند اللّٰہ تعالیٰ برًا"، کذا فی الشامی. (۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۱/۵۴-۵۶)

نماز کا فدیہ:

سوال: ایام مرض میں تقریباً ایک سال کی نمازیں ذمہ رہ گئیں، بیماری سے پہلے بھی نمازیں پوری نہیں تھیں۔ اس میں گندم، یا نقد دینا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملھم الصّواب

دونوں ہی دے سکتے ہیں، دن میں مع وتر کے چھ نمازیں ہیں، ایک نماز کا فدیہ ۳۲-۲ رکلوگرام گندم ہے، گیہوں کی قیمت کے برابر اور کوئی چیز دینا چاہیں تو وہ بھی دے سکتے ہیں؛ مگر نقد دینا افضل ہے۔

قال فی العلائیة: ومالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمة (إلیٰ قولہ) ودفع القیمة أی الدراھم أفضل من دفع العین علی المذھب المفتی بہ. (الجوھرۃ والبحر عن الظھیریة) (۳)

وقال ابن عابدین رحمہ اللّٰہ تعالیٰ تحت (قولہ أی الدراھم): ولعلّہ اقتصر علی الدراھم تبعًا للزیلعی لبیان أنھا الأفضل عند إرادۃ دفع القیمة؛ لأنّ العلّة فی أفضلیة القیمة کونھا أعون علی دفع حاجة الفقیر. (رد المحتار: ۲/۸٤) (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ر صفر ۱۳۹۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۴/۳۳)

---

(۱) الھدایة: ۱/۲۰۳ (کذا فی ردالمحتار، باب الحج عن الغیر، مطلب فیمن أخذ فی عبادتہ شیئاً من الدنیا: ٤/١٠، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۲) سنن الدارقطنی، باب المواقیت: ۲/۲۵۹، انیس

عن زید بن أرقم قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما. واستبشرت أرواحھما وکتب عند اللّٰہ تعالیٰ برًا. (ردالمحتار، باب الحج عن الغیر، مطلب فی الفرق بین العبادۃ و القربة والطاعة: ٤/٣٠، مکتبة زکریادیوبند، انیس)

(۳) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر: ۳/۳۱۹-۳۲۲، مکتبة زکریا، دیوبند، انیس

(۴) کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر، مطلب فی مقدار الفطرۃ بالمد الشامی: ۳/۳۲۲، مکتبة زکریادیوبند

صاحب ترتیب کی قضا نماز:

سوال: اگر صاحب ترتیب سے نماز قضا ہو جاوے تو اس کے لیے کیا کفارہ ہے؟

الجواب

کفارہ اس کا یہی ہے کہ اس نماز کو پڑھ لیوے اور صاحب ترتیب کو ترتیب ضروری ہے کہ وقتیہ (نماز) سے پہلے (قضا) پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۳۴۶)

قضا نمازوں کا کفارہ:

سوال: اگر کسی سے نمازیں قضا ہوئیں اور وہ شخص مر گیا ہو اور مرتے وقت اپنے وارثوں سے کہہ دیا ہو کہ میری جو نمازیں قضا ہوئی ہیں، ان کے کفارہ میں ایک جلد قرآن شریف کسی طالب علم کو دے دیجیو۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور سجدۂ تلاوت کا کفارہ ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر متوفی مالدار تھا اور اس نے وصیت اداء کفارۂ نماز وغیرہ کی ہے تو اس کے مال تہائی میں سے کفارہ نماز وغیرہ کا ادا کیا جاوے۔ ایک جلد قرآن شریف کے دینے سے نمازوں کا کفارہ ادا نہیں ہو سکتا، یہ کہنا اس کا لغو ہے۔(۲)

اور علامہ شامی نے کہا: "**ولا رواية في سجدة التلاوة ...والصحيح أنه لا يجب**" إلخ.(۳)

پس معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت کا کفارہ نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۳۴۷)

قضا شدہ نمازوں کا کفارہ کیا ہے:

سوال (۱) قضا شدہ نمازں کا کفارہ کیا ہے؟

بے شمار قضا نمازوں کا کفارہ کیا ہے:

(۲) اگر نمازیں بوجہ بدقسمتی کے بلا عذر شرعی اس قدر قضا ہوئی ہوں کہ جن کا شمار ناممکن ہو تو کیا کفارہ ہے؟

---

(۱) من فاتته صلاة قضاها إذا ذكرها وقدمها علىٰ فرض الوقت، إلخ.(الهداية : ۱/ ۱۳۷،ظفير)(باب قضاء الفوائت، مكتبة رشيدية سهارنپور،انيس)

(۲) إذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فأوصىٰ بأن تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من برّ وللوتر نصف صاع و لصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله.(عالمگيرى كشورى: ۱۲۳/۱،ظفير)(الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۵،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس)

(۳) ردالمحتار،باب قضاء الفوائت،مطلب فى إسقاط الصلاة عن الميت: ۵۳۳/۲،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس

نمازوں کا کفارہ صدقہ ہی ہے، یا کچھ اور:

(۳)　اگر اس کا کفارہ صدقہ ہی ہوسکتا ہے تو غریب محتاج لوگ کیا کریں؟

مریض وشیخ فانی کی قضا نمازوں کا کفارہ کیا ہے:

(۴)　مریض یا شیخ فانی کی قضا شدہ نمازوں کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب

حامدًا و مصليًا و مسلمًا. أما بعد! جواب استفسارات مفصّل حسب ذیل گزارش کیا جاتا ہے:

(۱)　قضا شدہ نمازوں کو بعد میں ادا کرنا چاہیے۔ جس کی کوئی نماز کسی عذر، یا غفلت سے قضا ہو جائے تو جب یاد آوے، اس کو پڑھے اور جس وقت یاد آوے، اس وقت کی فرض نماز سے پہلے قضا شدہ نماز کو پڑھنا چاہیے۔ حنفیہ کے نزدیک ترتیب وقتی نماز اور قضا نماز میں ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے روز چار نمازوں کو ترتیب سے ادا فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ ''جیسے تم مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھو، ایسے ہی تم بھی پڑھو'' تو جیسے آپ نے ترتیب سے قضا شدہ نمازوں کو ادا فرمایا، ایسے ہی ہم کو بھی چاہیے۔(۱)

(۲)　اگر قضا شدہ نماز ایسے وقت یاد آئی کہ اس کو ادا کرتا ہے تو وقت میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ وقتی نماز ادا ہو سکے؛ بلکہ وقتی نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں وقتی نماز کو پہلے پڑھے اور قضا شدہ بعد میں پڑھے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر وقت میں وسعت اور گنجائش ہے تو پہلے قضا شدہ نماز پڑھنا چاہیے اور اگر وسعت نہیں ہے، تو پہلے وقتی نماز کو ادا کرنا چاہیے۔(۲)

(۳)　جب فوت شدہ نمازیں زیادہ ہو جاویں تو ترتیب سے ادا کرنا ساقط ہو جاتا ہے اور خود فوت شدہ نمازوں میں بھی ترتیب کا لحاظ نہیں رہتا اور زیادتی کی حد یہ ہے کہ قضا شدہ نمازیں تعداد میں چھ ہو جاویں، جب چھٹی نماز کا وقت

(۱)　من فاتته صلاة قضاها إذا ذكرها وقد مها علىٰ فرض الوقت والأصل فيه أن الترتيب بين الفوائت وفرض الوقت عندنا مستحق ... ولوفاتته صلوات رتبها في القضاء كما وجبت في الأصل؛لأن النبي صلى الله عليه وسلم شغل عن أربع صلوات يوم الخندق فقضاهن مرتّبا ثم قال:"صلوا كما رأيتموني أصلي". (الهداية،باب قضاء الفوائت: ۱۳۷/۱،ظفير)

(۲)　ولوخاف فوت الوقت يقدم الوقتية ثم يقضيها لأن الترتيب يسقط بضيق الوقت وكذا بالنسيان وكثرة الفوائت كي لايؤدي إلىٰ تفويت الوقتية. (الهداية،باب قضاء الفوائت: ۱۳۷/۱)

گزر جائے تو اب کہا جائے گا کہ فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوگئیں۔ پس اس صورت میں ترتیب کا لحاظ نہ رہے گا۔(۱)

(۴) کسی شخص کے ذمہ فوت شدہ نمازیں مدت کی ہیں اور وہ حد کثرت کو پہنچ گئی ہیں، اسے ان کو ادا کرنا شروع کیا تھا کہ اب شامت اعمال سے اور کچھ نمازیں قضا ہوگئیں تو اب چوں کہ اگلی پچھلی فوت شدہ نمازیں زیادہ ہیں تو اس صورت میں پہلے وقتیہ نماز کو پڑھنا جائز ہے؛ کیوں کہ بسبب کثرت فوت شدہ نمازوں کی ترتیب نہیں رہی۔(۲)

(۵) اگر کسی نے فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا شروع کیا اور وہ اب کم رہ گئیں؛ یعنی چھ نمازوں سے کم رہ گئیں تو اب پھر مسئلہ ترتیب بحال ہوجائے گا۔(۳)

(۶) اگر قضا شدہ نمازیں بکثرت ہوں کہ جن کا شمار دشوار ہو تو چاہیے کہ خوب سوچ کر ایک صحیح تخمینہ کرے، مثلاً یہ کہ پندرہ، یا اٹھارہ سال کی عمر میں بالغ ہوا اور چار پانچ سال تک نمازیں قضا کیں، یا کبھی پڑھی اور کبھی نہ پڑھی اور یہ مدت اس شخص کے صحیح انداز میں مثلاً چار سال کی ہوئی ہے تو اس شخص کو اپنے زعم کے موافق اس قدر نمازوں کو ادا کردینا چاہیے۔ آخر دنیا میں کسی شخص کا قرض ذمہ ہو اور تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ اور تخمینہ سے ہی اس کو ادا کرتے ہیں کہ اس کا کچھ اپنے ذمہ نہ رہے، ایسے ہی سوچ کر کہ کس قدر دنوں کی نمازیں قضا ہوئی ہیں، ان کو ادا کرنا چاہیے اور مناسب یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے، زائد کردے کہ سراسر نفع ہی نفع ہے۔

(۷) قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ان کا ادا کرنا اور حق تعالیٰ شانہ سے عجز اور ندامت کیساتھ توبہ کرنا ہے، صدقہ دینا نہیں ہے۔ ہاں! اگر صدقہ دے تو چوں کہ صدقہ سے غضب الٰہی دفع ہوتا ہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ کا جو غصہ بسبب ترک نماز کے تھا وہ نہ رہے اور کسی غریب کی حاجت براری سے رحمت الٰہی متوجہ ہوجائے، باقی اصل ادا کرنا نماز کا ہے، صدقہ دینے سے نماز ساقط نہ ہوگی۔

(۸) مریض کے متعلق بھی تفصیل سے مسائل کا بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کس صورت میں کفارہ ہے اور کس صورت میں تخفیف اور کس صورت میں معافی ہے۔ مریض اگر کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجدہ کو ادا کرے۔(۴)

---

(۱) إلا أن يزيد الفوائت علٰى ستة صلوات؛لأن الفوائت قد كثرت فتسقط الترتيب فيما بين الفوائت بنفسها كما يسقط بينها وبين الوقتية وحد الكثرة أن تصير الفوائت ستّا بخروج وقت الصلاة السادسة.(الهداية،باب قضاء الفوائت: ۱/ ۱۳۸،ظفير)

(۲) ولو اجتمعت الفوائت القديمة والحديثة قيل يجوز الوقتية مع تذكر الحديثة لكثرة الفوائت،إلخ.(أيضاً، ظفير)(الهداية،باب قضاء الفوائت: ۱/ ۱۳٤،مكتبة رشيدية،سهارنپور،انيس)

(۳) ولو قضى بعض الفوائت حتى قلّ ما بقى عاد الترتيب عند البعض وهو الأظهر.(الهداية،باب قضاء الفوائت: ۱/۱۳۸،ظفير)

(۴) إذا عجز المريض عن القيام صلٰى قاعداً يركع ويسجد لقوله عليه السلام لعمران بن حصين:صلّ قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلى الجنب تؤمى إيماء،إلخ.(الهداية،باب صلاة المريض: ۱/ ۱٤٤،ظفير)

(۹)　اگر رکوع وسجدہ کی طاقت بھی نہ ہوتو رکوع وسجدہ کو اشارہ سے ادا کرے؛ یعنی بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع کے لئے کچھ گردن جھکائے اور سجدہ کے لیے زیادہ جھکائے۔(۱)

(۱۰)　کوئی شخص مثل گھڑے، یا صندوقچہ وڈیکس وغیرہ کے اپنے سامنے سجدہ کے لیے نہ رکھے؛ بلکہ جس قدر اشارہ کیا جاوے، وہی کرے۔(۲)

﴿لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفساً اِلاَّ وُسْعَهَا﴾(۳)

(۱۱)　اگر مریض کو بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہوتو چت لیٹ کر نماز پڑھے کہ پاؤں اور منھ دونوں قبلہ کی طرف کو ہوں اور رکوع اور سجدہ کے لیے گردن سے اشارہ کرے، سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ گردن کو جھکا کر کرے۔(۴)

(۱۲)　چونکہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کا ہونا لازمی ہے؛ اس لیے یہ صورت تجویز کی گئی ہے، کوئی یہ خیال نہ کرے کہ قبلہ کی طرف پاؤں ہوگئے، بلاعذر قبلہ کی طرف پاؤں کرنا بے ادبی ہے، (۵) اور یہاں لاچاری سے ایسا گیا ہے۔

(۱۳)　اگر پہلو پر لیٹ کر نماز ادا کی اور منہ قبلہ کی طرف رکھا تو یہ بھی جائز ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر لیٹ کر منہ قبلہ کے طرف کر کے نماز ادا کرے۔

(۱۴)　اگر مرض اس قدر بڑھ گیا کہ سر سے اشارہ کرنے کی طاقت بھی نہ رہی تو ایسی صورت میں نماز کو مؤخر کرنا چاہیے، آنکھ، یا بھؤوں وپلکوں سے، یا دل سے اشارہ کرنا معتبر نہیں ہے۔

(۱۵)　اگر کوئی مریض قیام پر تو قادر ہوگیا؛ مگر رکوع وسجدہ پر قادر نہ ہوا، مثلاً سر میں کوئی ایسی تکلیف ہے کہ رکوع وسجدہ نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں قیام نہ کرنا چاہیے، بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہیے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کرنا چاہیے۔

(۱۶)　کسی شخص نے نماز بحالت صحت پڑھنی شروع کی اور اثناء نماز میں بیمار ہوگیا اور کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر نماز کو پوری کرے، ایسے ہی اگر رکوع وسجدہ کی قدرت بھی نہ رہے تو اشارہ سے رکوع وسجدہ کرے، حسب تفصیل مذکورہ بالا۔

---

(۱)　فإن لم يستطع الركوع والسجود أومى إيماء يعنى قاعدًا. (أيضاً، ظفير) (الهداية، باب صلاة المريض: ١/١٤١، مكتبة رشيدية، سهارنپور، انيس)

(۲)　وجعل سجوده اخفض من ركوعه لانه قائم مقامهما فأخذ حكمهما ولايرفع الى وجهه شيء، الخ. (أيضاً، ظفير) (الهداية، باب صلاة المريض: ١/١٤١، مكتبة رشيدية، سهارنپور، انيس)

(۳)　سورة البقرة: ٢٨٦، انيس

(۴)　وإن لم يستطع القعود استلقى علٰى ظهره وجعل رجليه إلى القبلة وأومىٰ بالركوع والسجود، إلخ. (أيضاً، ظفير) (الهداية، باب صلاة المريض: ١/١٤١، مكتبة رشيدية، سهارنپور، انيس)

(۵)　ويكره مد الرجل إلى القبلة وإلى المصحف وإلى كتب الفقه فى النوم وغيره. (تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ١/١٦٨، المطبعة الكبرىٰ الأميرية بولاق، انيس)

(۱۷)　کسی مریض نے بیٹھ کر نماز پڑھنی شروع کی تھی اور نماز پڑھنے میں اس کو افاقہ ہوا تو امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ بقیہ نماز کھڑے ہوکر پڑھے، اور امام محمدؒ کے نزدیک از سرنو پڑھے، آسانی اوّل صورت میں ہے اور احتیاط دوم صورت میں۔(۱)

(۱۸)　اگر ایسا مریض تھا کہ نماز کو اشارہ سے پڑھتا تھا رکوع وسجدہ کی قدرت نہ تھی خدا تعالیٰ کی قدرت سے نماز میں افاقہ ہوا کہ رکوع وسجدہ کی قدرت ہوگئی تو اس صورت میں سب کے نزدیک نماز کو از سرنو پڑھے۔(۲)

(۱۹)　کوئی مریض بیہوش ہوگیا اور پانچ نمازوں کا یا پانچ نمازوں سے کم وقت بیہوشی میں گزر گیا تو ہوش آنے کے بعد ان نمازوں کو قضا کرنا چاہیے اور اگر پانچ نمازوں سے زیادہ وقت بیہوشی میں گزرا تو قضا نہیں آئی۔(۳)

(۲۰)　ان فقہی تفصیلات سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ شریعت میں نماز کی کیا وقعت اور کس قدر تاکید ہے کہ مرض میں بھی اس کو ادا کرنا ضروری ہے۔ پس ہم کو نہ چاہیے کہ بلا عذر شرعی نماز چھوڑ دیں۔ وائے برحال ان مسلمانوں کے جو ملازمت، تجارت، زراعت اور لہو لعب میں وقت گزار دیتے ہیں اور نماز جیسی محبوب شئے کو جو مسلمان کی امتیاز اور فضیلت کی شان بڑھانے والی ہے، دنیا وآخرت میں کام آنے والی چیز ہے، قضا کر دیتے ہیں، مسلم کی یہ شان نہ ہونی چاہیے کہ نماز کو کسی حال میں ترک کرے۔

(۲۱)　شیخ فانی اس بوڑھے شخص کو کہتے ہیں جو روزہ رکھنے کی طاقت بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے نہ رکھتا ہو، ایسے شخص کا یہ حکم ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کرے۔(۴)

(۲۲)　فدیہ ایک روزے کا ایک مسکین کو ایک روز کھانا کھلانا ہے، جس قدر روزے افطار کرے، ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو دو دفعہ کھانا کھلائے، اس کھانا کھلانے کے لیے شریعت نے گیہوں سے نصف صاع، جَو سے پورا صاع مقرر کردیا ہے کہ اس قدر فقیر کو دے دے۔(۵) صاع تقریباً انگریزی سیر کہ جو اسّی تولہ کا ہے بقدر ۳/ ماشہ ہوتا ہے۔

---

(۱)　رجسٹر ۱۳۳۷ھ، نمبر سلسلہ: ۲۵۲۶ (امین)

(۲)　وإن صلى بعض صلاته بإيماء ثم قدر على الركوع والسجود استأنف عندهم جميعا. (الهداية، باب صلاة المريض: ۱/ ۱٤٥، ظفير)

(۳)　ومن أغمى عليه خمس صلوٰة أودونها قضٰى وإن كان أكثر من ذلك لم يقض. (أيضاً، ظفير) (الهداية، باب صلاة المريض: ۱/ ۱٤۲، مكتبة رشيدية، سهارنپور، انيس)

(۴)　فالشيخ الفاني الذى لايقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم فى الكفارة والعجوز مثله. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس فى الأعذار التى تبيح الافطار: ۱/ ۲۰۷، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۵)　ويطعم لكل يوم مسكينا كما يطعم فى الكفارة كذا فى الهداية، إلخ... نصف صاع من برّ أوصاعاً من تمر أوصاعا من شعير. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس فى الأعذار التى تبيح الافطار: ۱/ ۲۰۷، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲۳) شیخ فانی جو روزہ نہیں رکھ سکتا، اس سے نماز معاف نہیں ہوتی۔ کھڑے ہو کر پڑھے اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھنے کی طاقت نہیں ہے تو اشارہ سے پڑھے۔(۱)

(۲۴) جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ رمضان کے فوت شدہ روزں کی قضا ہے اور اس نے مرتے وقت اپنے ورثا کو وصیت کی تو اس کے وارثوں پر لازم ہے کہ اس کے روزوں کا حساب لگا کر فدیہ حسب تفصیل مذکورہ بالا ادا کریں، اگر وصیت نہیں کی تو وارث پر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ ہاں! از خود کرے تو یہ احسان ہے اور امید ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کہ اس کو قبول کرے، وصیت ہمارے امام کے نزدیک اس لیے معتبر ہے کہ یہ فدیہ بھی عبادت ہے اور عبادت اپنے اختیار اور ارادہ سے ہونی چاہیے اور جب وصیت کی تو ادا کرنی لازم ہے۔(۲)

(۲۵) جو شخص بحالت مرض اپنے ورثا کو وصیت کرے کہ مجھ پر اتنی نمازیں قضا ہیں، ان کا فدیہ دے دینا تو مشائخ نے اس کو تسلیم کیا ہے اور اس بارے میں نماز کو روزہ کے مشابہ مانا ہے؛ یعنی ہر ایک نماز کا حکم روزہ کا ہے، جو فدیہ ایک روزہ کے لیے ہے، وہی ایک نماز کے لیے؛ یعنی ایک نماز کا فدیہ نصف صاع گیہوں، یا ایک صاع جو۔(۳)

(۲۶) ولی اور وارث کو اس کی طرف سے روزہ رکھنا نہ چاہیے۔(۴)

(۲۷) آج کل جو اکثر مسلمان مستطیع بسبب روزے میں تکلیف ہونے کے اپنے آپ کو عاجز سمجھ کر خود اپنے لیے شیخ فانی کا حکم تجویز کر لیا کرتے ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ تعیش کی بنا پر تکالیف شرعیہ سے بچنا احکام شرعیہ سے گستاخی ہے، ایسا آدمی اگر بادشاہ وقت کی قید میں آجاتا ہے تو وہ اس وقت شیخ فانی کیوں نہیں رہتا، سب کچھ کر لیتا ہے۔ پس ایسی جرأت سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۳۵۱/۶-۳۵۷)

نماز اور روزہ کا کفارہ:

سوال: اگر کسی میت پر نماز اور روزے واجب ہیں تو ان کے کفارہ کی مقدار کیا ہے؟

الجواب

ایک روزہ کا کفارہ نصف صاع گندم ہے اور ایک نماز کا کفارہ بھی نصف صاع گندم ہی ہوگا۔ پس اگر میت نے اداء

(۱) سئل عن الشیخ الفانی هل تجب علیه الفدیة عن الصلوات کما تجب علیه عن الصوم وهو حیّ فقال: لا. (عالمگیری مصری، باب قضاء الفوائت: ۱۱۷/۱، ظفیر) (الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱۲۵/۱، مکتبة زکریا، دیوبند، انیس)

(۲-۳) وإذا مات الرجل وعلیه صلوات فائتة فأوصٰی بأن تعطی کفارة صلواته یعطی لکل صلاة نصف صاع من برّ وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله، إلخ، وإن لم یوص لورثته وتبرع بعض الورثة یجوز. (عالمگیری مصری، باب قضاء الفوائت: ۱۱۷/۱، ظفیر) (الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱۲۵/۱، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۴) ولو أمر الأب ابنه أن یقضی عنه صلاة وصیام أیّام لا یجوز عندنا، کذا فی التتارخانیة. (عالمگیری مصری، باب قضاء الفوائت: ۱۱۷/۱، ظفیر)

کفارہ کی وصیت کی تھی تو اس کے مال کا تہائی حصہ لے کر اس میں سے کفارہ ادا کرنا واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی اور ورثہ تبرع اور احسان کے طور پر اس کو ادا کردیں تو جائز ہوگا۔

حمادیہ میں ہے:

إذامات الرجل وعليه صلوات فائتة وأوصٰى بأن تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله،انتهٰى. (۱)

اور عالمگیریہ میں ہے:

وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثة يجوز،انتهىٰ. (۲)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٰ اردو:۲۲۱)

قضا نماز وروزہ کا کفارہ اور فوت شدہ نمازوں کی تعیین کا حکم جب کہ صحیح تعداد معلوم نہیں:

سوال: میت نے وصیت کی ہے روزہ اور نماز کا کفارہ دے دیا جاوے؛ مگر تعداد روزہ تو معلوم ہے، قضا نمازوں کی تعداد یاد نہیں، میت کا بیٹوں پر تبرعاً کفارہ دینا چاہیے اور اپنے پاس سے نہ کہ ترکہ متوفی سے کہ ضرورت اجازت ورثا ہو، عمر میت ۴۵/سال تھی۔ اب یہ دریافت طلب ہے کہ کس قدر غلہ یا نقد کفارہ میں مساکین کو دیا جائے، واضح باد کہ مسمات تارک نماز نہیں تھی؛ مگر کبھی قضا ہو جاتی تھی۔

الجواب

میت نے وصیت کی ہے تو میت کے مال میں سے کفارہ ادا کیا جاوے، ترکہ کی تہائی تک تو کفارہ میں بدون کسی وارث کی اجازت کے دے سکتے ہیں اور تہائی ترکہ میں ادا نہ ہو سکے تو اس سے زائد بالغ ورثہ کی اجازت سے ان کے مال میں سے دیویں، نابالغ وارث کے مال میں سے ہرگز نہ دیں اور مقدار کفارہ کی ہر روزہ کے عوض صدقہ، فطر کے برابر ہے اور اسی طرح ہر نماز کے لیے صدقہ فطر کے برابر غلہ وغیرہ دیا جاوے اور ہر روز کے چھ نمازیں، شمار کی جاویں، پانچ فرض اور ایک وتر اور نمازوں کی تعداد میں ظن غالب کا اعتبار کریں۔ (۳)

احقر عبدالکریم عفی عنہ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفی عنہ، ۱۲/صفر ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۲۸۲)

(۱-۲) الفتاوٰی الهندية،الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵،مكتبة زكريا،ديوبند

(۳) وإن كان مريضا وقت الإيجاب ولم يبرأ حتى مات فلا شيء عليه فإذا لم يف به الثلث توقف الزائد على إجازة الوارث فيعطى(لصوم كل يوم)طعام مسكين لقوله صلى الله عليه وسلم:من مات وعليه صوم شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين،(و) كذا يخرج(لصلاة كل وقت)من فروض اليوم والليلة(حتى الوتر)لأنه فرض عملى عند الإمام وقد ورد النص فى الصوم والصلاة كالصيام باستحسان المشايخ لكونها أهم واعتبار كل صلاة بصوم يوم هوالصحيح وقيل فدية جميع صلوات اليوم الواحد كفدية صوم يوم والصحيح أن لكل صلاة فدية هى ==

قضا شدہ نمازوں اور روزہ کی تعداد معلوم نہ ہو تو اندازہ لگایا جائے گا:

سوال: ایک شخص کے ذمے کفارے صوم وصلوٰۃ کے بہت زیادہ ہیں، جن کا شمار صحیح معلوم نہیں، بلوغ کے بعد کبھی ترک اور کبھی کبھی پڑھتا رہا اور عرصہ بارہ تیرہ سال سے برابر پابند صوم وصلوٰۃ کا ہو رہا ہے، قضائے عمری بھی پڑھتا ہے تو اس صورت میں نقد روپیہ، یا خوراک وغیرہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: حکیم محمد داؤد بسی کوٹلہ ضلع بجنور، ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا تخمینہ کر لیا جائے؛ کیوں کہ جب صحیح تعداد یاد نہیں، تخمینہ کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں،(۱) اور پھر تخمینہ کے موافق ان نمازوں اور روزوں کو قضا ادا کرنا چاہیے، جب تک اس کی قدرت اور قوت ہو کہ فوت شدہ نمازوں اور روزوں کو قضا ادا کر سکتا ہے، یہ دینا جائز نہیں ہے، جب ادا کی قدرت نہ رہے تو پھر فدیہ دینا جائز ہوتا ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۸۲/۴-۱۸۳)

قضا کی تعداد نہ معلوم ہونے پر اندازہ کر کے فدیہ ادا کرنا چاہیے:

سوال: زید متوفی مذکور نے اپنی قضا نمازوں کے متعلق وصیت نامہ میں تحریر کیا ہے کہ چھ سال کی قضا نمازیں میرے ذمہ واجب ہیں، جس میں سے تین سال نو ماہ کی قضا، قضا پڑھ چکا ہوں اور ۵/ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ سے روزانہ ایک روز کی نماز کی قضا پڑھنا شروع کیا ہے۔ اس تحریر کے علاوہ کوئی دیگر تحریر نہیں پائی جاتی کہ کب تک نماز کی قضا ہوئی، ممکن ہے کہ جملہ بقیہ نمازیں ادا کر چکے ہوں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ایک نماز کے علاوہ کوئی اور نماز کی قضا نہیں پڑھی، اس صورت میں شرعاً متوفی کے ترکہ میں سے فدیہ ادا کیا جاوے، یا نہیں؟ اگر اس صورت میں فدیہ وغیرہ واجب نہ ہو اور کچھ رقم فدیہ میں ادا کر دی گئی ہو تو میت کو ثواب پہنچے گا اور دیگر معصیات کے لیے کفارہ ہوگا، یا نہیں؟

== (نصف صاع من بر) أو دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير (أو قيمته) وهي (أفضل لتنوع حاجات الفقير) وإن لم يوص وتبرع عنه وليه (أو أجنبي جاز) إن شاء الله تعالى لأن محمدا قال في تبرع الوارث بالإطعام في الصوم يجزئه إن شاء الله تعالى من غير جزم. (مراقي الفلاح، فصل في الكفارة، ص: ۱۷۰، المكتبة العصرية، انيس)

(۱) من لايدري كمية الفوائت يعمل بأكبر رأيه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۷، ط: دار الكتاب ديوبند، انيس)

(۲) وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر، ويفدي وجوبا... ومتى قدر قضى؛ لأن استمرار العجز شرط الخلفية. (الدر المختار، باب ما يفسد الصوم، ومالايفسده، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۴۲۷/۲، ط: سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــ

میت کے ذمہ جس قدر نماز وروزوں کا احتمال قوی ہو،اس قدر کا فدیہ ثلث مال میں سے دے دیا جاوے اور اس تحریر میں وصیت کا ذکر نہیں ہے؛ تاکہ وجوب فدیہ کا حکم کیا جاوے۔ اس سے پتہ نمازوں کا لگا سکتے ہیں کہ کتنی نمازیں اس نے اس تاریخ سے قضا کیں اور کتنی اس کے ذمہ باقی ہیں؛ یعنی تاریخ موت کا حساب لگ سکتا ہے؛ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ جس تاریخ سے نمازوں کو قضا کرنا شروع کیا ہے،اس تاریخ سے حساب نمازوں کا لگا کر وقت وفات تک پہلی وصیت کے فدیہ صوم وصلوٰۃ کا ادا کر دیا جائے اور اگر فدیہ زیادہ بھی چلا جاوے تو اس کا بھی ثواب میت کو پہنچے گا اور باعث کفارہ گناہوں کا ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۷/۴-۳۶۸)

مرض الوفات کے روزوں کا فدیہ نہیں ہوتا صرف نمازوں کا ہوتا ہے:

سوال: ایک عورت کا انتقال ہوا،تین سال کے نماز وروزے قضا ہوئے ہیں،جس کی بابت اس نے قبل از وفات اپنے شوہر کو یہ کہا تھا کہ میری نماز وروزوں کا اناج دے دینا۔ مرحومہ نے کچھ زیور وغیرہ نہیں چھوڑا،جس قدر زیور اس کے پاس تھا،اس کے متعلق اس کا شوہر یہ کہتا ہے کہ اس کی بیماری کے زمانہ میں فروخت کر کے علاج میں صرف کر دیا،اس وجہ سے وہ اس کے صوم وصلوٰۃ کا فدیہ نہیں دیتا۔ کیا اس کے والدین ادا کرنے کے مستحق ہیں،یا اس کے شوہر کے ذمہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں متوفیہ کے روزے جو مرض میں فوت ہوئے،پھر اسی مرض میں وہ مرگئی اور درمیان میں وہ تندرست نہ ہوئی تو ان روزوں کی قضا اس کے ذمہ لازم نہ ہوئی،لہٰذا فدیہ بھی ان کا ساقط ہوا اور نمازوں کی قضا بے شک لازم ہوئی اور بصورت ادا ہونے کے فدیہ لازم ہوا؛ لیکن جب کہ متوفیہ نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا تو فدیہ نمازوں کا ورثا کے ذمہ ادا کرنا لازم نہیں ہے،البتہ اگر والدین وغیرہما تبرعاً دے دیویں تو یہ اچھا ہے اور امید قبول ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۳/۴)☆

(۱) سورۃ هود: ١١٤،انیس

(۲) ولولم يترک مالاً يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتٰى يتم. (الدر المختار)(ردالمحتار،باب قضاء الفوائت،مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت: ٥٣٤/٢،مكتبة زكريا،انيس)

(۳) (قوله: ولو لم يترک مالاً إلخ) أي أصلاً أو كان ما أوصٰى به لايفي، زاد في الإمداد أو لم يوص بشئ وأراد الولي التبرع، إلخ، وأشار بالتبرع إلٰى أن ذلک ليس بواجب على الولي، ونصّ عليه في تبيين المحارم فقال: لايجب على الولي فعل الدور. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت مطلب في إسقاط الصلٰوة عن الميت: ٦٨٦/١، ظفير) ==

نماز کا فدیہ کس طرح ادا کیا جائے:

سوال: ہماری ایک عزیزہ عرصہ تین مہینے سخت بیمار رہی، جس کی وجہ سے انتقال بھی ہوگیا، اب جو اس عرصے میں ان کی نمازیں قضا ہوگئیں، ان کا کیا فدیہ ادا کیا جائے؟

الجواب

ہر نماز کے بدلے صدقہ فطر کی مقدار فدیہ ہے اور وتر مستقل نماز ہے؛ اس لیے ہر دن کے چھ فدیے ہوئے، یہ فدیہ اگر

== ☆ استفتا متعلق فدیہ نماز:

سوال: زید کا لڑکا عمر وانتقال کرگیا، جس کے ذمہ کچھ نمازیں قضا تھیں، اب زید پچیس روپے ان نمازوں کے فدیہ میں دینا چاہتا ہے، فدیہ ادا ہو جائے گا، یا نہیں؟ اور اس فدیہ کے دینے کا کیا طریقہ ہوگا؛ یعنی ایک محتاج کو اگر کل پچیس روپے دے دئے جاویں، جس کو سخت حاجت ہے تو فدیہ ادا ہو جاوے گا، یا نہیں؟ یا ضروری ہے کہ ایک صاع گیہوں کی قیمت روزانہ ایک فقیر کو، یا پچیس روپے میں جتنے صاع بن سکیں، اتنے فقیروں کو ایک ہی روز میں دیا جاوے۔ غرض کہ ادائیگی کی کیا صورت ہوں گی؟ اور کون سی بہترین صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر پچیس روپے کی رقم کفارہ کی صلوات کے لیے کافی ہے تو اس رقم کو فقرا میں تقسیم کر دیا جاوے، جس میں روایات مختلف ہیں، ایک یہ کہ مسکین کو سب دے دینا بھی جائز ہے اور ایک یہ کہ ایک مسکین کو نصف صاع سے زائد دینا جائز نہیں، أی لایجزیہ إلا عن صوم أو صلاۃ وحدھما، اسی طرح ایک مسکین کو نصف صاع سے کم دے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے، پس احوط تفریق ہے اور تفریق میں بھی احوط یہ ہے کہ ایک مسکین کو نصف صاع سے کم نہ دے، نہ زائد دے، ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ایک مسکین کو روزانہ ایک صلوٰۃ، یا ایک صوم کا فدیہ دیتا رہے، اس طرح وہ مسکین واحد بحکم متعدد ہو جاوے گا۔

قال ابن عابدین فی رسائلہ: (قولہ: وبلا تعدد فقیر) أی بخلاف نحو کفارۃ الیمین للنص فیھا علی التعدد فلو أعطی ھنا مسکینا صاعاً عن یومین جاز لکن فی البحر عن القنیۃ أن عن أبی یوسف فیہ روایتین وعند أبی حنیفۃ لایجزیہ کما فی کفارۃ الیمین وعن أبی یوسف لو أعطی نصف صاع من بر عن یوم واحد لمساکین یجوز قال الحسن وبہ نأخذ، آہ، ومثلہ فی القھستانی، ص: ۲۱۷. (ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لایفسد، فصل فی العوارض: ۴۱۰/۳، مکتبۃ زکریادیوبند، انیس)

اگر پچیس روپے کفارہ کو کافی نہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مسکین سے کہا جائے کہ اس رقم میں سے کچھ تم کو بھی دیا جائے گا، بشرطیکہ تم اس کل روپے کو فدیہ میں لے کر پھر ہم کو ہبہ کردو اور اسی طرح بار بار فدیہ میں لیتے رہوں اور ہبہ کرتے رہو؛ مگر اس کے لیے فہیم شخص کی ضرورت ہے، جو فدیہ میں لے کر اپنے کو مالک صحیح سمجھ لے، پھر خوشی سے ہبہ کردے، اسی طرح جب وہ ہبہ کرتا رہے اور آپ فدیہ میں دیتے رہیں تو شمار کثیر کے بعد دیکھ لیا جاوے کہ مسکین کے پاس بقدر کفارہ رقم پہونچ گئی، یا نہیں؟ جب پہونچ جائے تو پھر اخیر میں اس سے بطور ہبہ کے یہ رقم لے کر بطریق مذکور تقسیم کردی جائے، **فعملنا بالضرورۃ علی إحدی الروایتین وعلی الثانیۃ فیما لاضرورۃ فیہ إلی إعطاء الواحد کلہ. واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

۲/ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام: ۲۸۱/۲)

کوئی شخص اپنے مال سے ادا کرے تو ٹھیک ہے اور اگر مرحومہ کے ترکے میں سے ادا کرنا ہو تو اس کے لیے یہ شرط ہے کہ سب وارث بالغ اور حاضر ہوں اور وہ خوشی سے اس کی اجازت دے دیں، یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرحومہ نے فدیہ ادا کرنے کی وصیت نہ کی ہو، اگر وصیت کی ہو تو اس کے تہائی ترکہ سے تو وارثوں کی رضامندی کے بغیر فدیہ ادا کیا جائے گا اور تہائی مال سے زائد فدیہ ہو تو اس کے لیے وہی شرط ہے، جو اوپر لکھی گئی ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶۳۶/۳)

نماز اور روزہ کا فدیہ کس طرح ادا کیا جائے:

سوال: چہ فرمایند علمائے دین کہ اگر شخصے بمیرد وبروے روزہ رمضان ونماز وقتیہ باقی است کفارہ بچہ طور دادہ شود؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فدیہ نماز وروزہ از جانب میت از مال وے اگر وصیت کردہ بمیرد ادا کردن واجب است از ثلث مال، ورنہ مستحب وعوض ہر نماز وہر روزہ نصف صاع گندم مثل فطرہ است۔(۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی:۴/۱۷۷-۱۷۸) ☆

---

(۱) إذا مات الرجل و عليه صلوات فائتة فأوصىٰ بأن تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ... وفی فتاویٰ الحجة وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثه ويجوز ...إلخ.(الفتاویٰ الهندية: ۱۲۵/۱)(الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت،مكتبة زكرياديوبند،انيس)

(قوله:وعليه صلوات فائتة)أی بأن كان يقدرعلى أدائها ولوبالإيماء فيلزمه الإيصاء ...(قوله:نصف صاع من البر) أومن دقيقه أوسويقه أوصاع من تمرأوزبيب أوشعيرأوقيمته وهی أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير... (قوله: كذا حكم الوتر)لأنه فرض عملی خلافا لهما(قوله وإنما يعطى من ثلث ماله أی فلوزادت الوصية على الثلث لايلزم الولی إخراج الزائد إلا باجازة الورثة.(رد المحتار: ۷۲/۲-۷۳،باب قضاء الفوائت،طبع سعيد)(كتاب الصلاة،باب قضاء الفوائت،مطلب فی إسقاط الصلاة عن الميت: ۵۳۳/۲،مكتبة زكرياديوبند،انيس)

(۲) (ترجمہ سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس پر رمضان کے کچھ روزے اور کچھ وقت کی نمازیں باقی ہوں تو ان کا کفارہ کس طرح دیا جائے گا؟

(ترجمہ جواب) نماز اور روزے کا فدیہ میت کے ثلث مال میں سے ادا کرنا واجب ہے، جب کہ وفات سے پہلے اس نے وصیت کی ہو،(قوله يعطى...أی من له ولاية التصرف فی ماله بوصاية،أووراثة،فيلزمه ذالک من الثلٰث إن أوصىٰ.(رد المحتار،باب قضاء الفوائت،مطلب فی إسقاط الصلاة عن الميت(۵۲۳/۲،مكتبة زكرياديوبند، انيس) اور اگر وصیت نہ کی ہو تو مستحب ہے۔(زاد فی الإمداد:أو لم يوص بشیء،وأراد الولی التبرع،إلخ،وأشاربالتبرع إلٰى أن ذالک ليس بواجب على الولی.(ردالمحتار،باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲،ط:سعيد)(مطلب فی إسقاط الصلاة عن الميت،انيس) ہر نماز اور روزے کے بدلے میں فدیہ نصف صاع گندم مثل فطرہ ہے۔(ولو مات،وعليه صلوات فائتة،وأوصىٰ بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كا لفطرة.(ردالمحتارمع الرد،كتاب الصلاة،باب قضاء الفوائت: ۷۲/۲،ط:سعيد) ==

بے نمازی کا کفارۂ نماز کب ضروری ہوتا ہے:

سوال: زید بے نمازی سودخوار مرگیا، بعد مرنے کے بعض علمانے تخمیناً چھ ماہ کا کفارہ نکال کر کچھ اپنے تصرف میں لے لیا اور کچھ فقیر مسکین کو تقسیم کر دیا۔ ایسا کفارہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

فدیہ نماز روزہ کا بدون وصیت میت کے اور بدون چھوڑے مال کے وراثوں پر ادا کرنا لازم نہیں ہے، اگر وہ دیویں تو تبرع ہے۔ احتمال ہے کہ فدیہ ادا ہو جاوے گا، مگر حکم قطعی نہیں ہو سکتا۔

قال فی الدر المختار: ولو مات وعلیه صلوات فائتة وأوصٰی بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وإنما یعطی من ثلث ماله، إلخ.

وقال الشامی: زاد فی الإمداد: أولم یوص بشیء وأراد الولی التبرع، إلخ، وأشار بالتبرع إلٰی أن ذلک لیس بواجب علی الولی. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۳۶۵/۴)

قضا نمازوں کا فدیہ کب اور کتنا ادا کیا جائے:

سوال: اگر ایک نماز قضا ہو جائے تو اس کا فدیہ آج کے مروجہ سکے کے حساب سے کس مقدار میں ادا ہوگا؟

الجواب

زندگی میں تو نماز کا فدیہ ادا نہیں کیا جا سکتا، بلکہ قضا شدہ نمازوں کو ادا کرنا ہی لازم ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں تو ہر نماز کا فدیہ صدقۂ فطر کی مقدار ادا کیا جائے، صدقۂ فطر کی

== ☆ **میت کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں، اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے:**

سوال: اگر شخصے بمیر دو بر دے روزہ رمضان و وقتیہ کہ باقی است، کفارہ بچہ طور دادہ شود؟ (ترجمہ) اگر کوئی شخص مرجائے اور اس پر رمضان کے روزے اور نماز پنج وقتہ باقی ہو تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟

الجواب

فدیہ نماز و روزہ از جانب میت از مال دے اگر وصیت کردہ بمیر د ادا کردن واجب است از ثلث مال ورنہ مستحب وعوض ہر نماز و ہر روزہ نصف صاع گندم مثل فطرہ است۔ واللہ اعلم (ترجمہ) نماز روزے کا فدیہ میت کی جانب سے اس کے مال میں سے ادا کرنا واجب ہے جب کہ وہ وصیت کر گیا ہو ورنہ مستحب ہے اور ہر ایک نماز اور ہر ایک روزے کے عوض میں نصف صاع گندم فدیہ کی مقدار مثل فطرہ ہے۔ (ولو مات وعلیه صلوت وأوصٰی بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۷۲/۲، ط: سعید) (کفایت المفتی: ۱۸۲/۴)

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب إسقاط الصلوٰة عن المیت: ۶۸۵/۱-۶۸۶، ظفیر

مقدار قریبا دوسیر غلہ ہے،(۱) فدیہ ادا کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے، اس دن غلے کی جو قیمت ہو، اس کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے اور چوں کہ وتر ایک مستقل نماز ہے؛ اس لیے دن رات کی چھ نمازیں ہوتی ہیں اور قضا ہوجانے کی صورت میں ایک دن رات کی نمازوں پر چھ صدقے لازم ہیں، میت نے اگر اس کی وصیت کی ہو، تب تو تہائی مال سے یہ فدیہ ادا کرنا واجب ہے، اور اگر وصیت نہ کی ہو تو وارثوں کے ذمہ واجب نہیں، البتہ تمام وارث عاقل وبالغ ہوں اور وہ اپنی خوشی سے فدیہ ادا کردیں تو توقع ہے کہ میت کا بوجھ اتر جائے گا۔(۲)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۶۳۶)

نمازوں کا کفارہ بعد موت ہے، یا زندگی میں بھی:

سوال: ایک شخص مریض ہے، اس کی نمازیں قضا ہوئی ہیں، امیدِ صحت کم ہے، کفارۂ نماز حیات میں دیا جاوے، یا بعد وفات؟ اور کفارۂ نماز کیا ہے؟ اور کفارۂ نماز میں اناج دینا افضل ہے، یا نقد، یا کتب دینیہ خرید کر مدرسہ اسلامیہ میں داخل کردی جاویں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کفارہ نمازوں کا بعد وفات دینا چاہیے، زندگی میں کفارہ نمازوں کا حکم نہیں ہے اور کفارہ ایک نماز کا وزن انگریزی سے پونے دوسیر گندم ہیں۔ دن رات میں چھ نمازیں لینی چاہئیں؛ یعنی مع وتر کے۔(۳) پس ایک دن کی نماز کا کفارہ ساڑھے دس سیر گندم ہوئے، اختیار ہے کہ خواہ گندم دیوے، یا نقد۔ نقد بہتر ہے کہ اس میں سب حوائج پوری ہوسکتی ہیں،(۴) اور اگر کتب دینیہ خرید کر دینا چاہیں تو یہ بھی درست ہے؛ لیکن پھر یہ ضروری ہوگا کہ وہ کتب طلبہ کو تقسیم کردی

---

(۱) اصل وزن ایک کیلو سات سو گرام ہے، انیس

(۲) إذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فأوصى بأن تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ... وفى فتاوىٰ الحجة وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثه يجوز.(الفتاوىٰ الهندية،باب الحادى عشر فى قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵)

(قوله:وعليه صلوات فائتة)أى بأن كان يقدرعلىٰ أدائها ولو بالإيماء فليزمه الإيصاء ...(قوله:نصف صاع بر) أى أومن دقيقه أوسويقه أوصاع تمرأوزبيب أوشعيرأوقيمته وهى أفضل عندنا لإسرائها بسد حاجة الفقير...(قوله وكذا حكم الوتر)لأنه فرض عملى عنده خلافا لهما(قوله وإنما يعطى من ثلث ماله أى فلوزادت الوصية على الثلث لايلزم الولى إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة.(ردالمحتار،مطلب فى إسقاط الصلاة عن الميت:۲/۵۳۲-۵۳۳،مكتبة زكريا،انيس)

(۳) ولومات وعليه صلوات فائتة و أوصىٰ بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من برّ كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله،إلخ ... ولوفدى عن صلا ته فى مرضه لايصح بخلاف الصوم.(الدر المختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب قضاء الفوائت : ۱/ ۶۸۵-۶۸۶،ظفير)

(۴) (قوله:نصف صاع من برّ)أى أومن دقيقه أوسويقه أوصاع تمرأو زبيب أوشعيرأوقيمته وهى أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير.(رد المحتار،باب قضاء الفوائت : ۱/ ۶۸۶،ظفير)(مطلب فى إسقاط الصلاة عن الميت،انيس)

جاویں اوران کی ملک کردی جاویں۔ مدارس میں جس طرح کتب وقف رہتی ہیں، اس طریق سے جائز نہیں ہے، اس میں کفارہ ادا نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۶۳/۴-۳۶۴)

کیا قضا نمازوں کا فدیہ زندگی، یا موت کے بعد دیا جاسکتا ہے:

سوال: کیا قضا نمازوں کا فدیہ دیا جاسکتا ہے؟ اس شخص کی زندگی میں، یا اس کی موت کے بعد؟

الجواب

زندگی میں تو نمازوں کا ادا کرنا فرض ہے، فدیہ دینا صحیح نہیں۔(۱) مرنے کے بعد دینا صحیح ہے، پھر اگر وصیت کر کے مرا کہ میرے ذمہ اتنی نمازیں ہیں، ان کا فدیہ دے دیا جائے اور اس کے ترکے کی تہائی میں سے اس فدیہ کی گنجائش بھی ہو تو فدیہ دینا واجب ہے، ورنہ واجب نہیں، وارث اگر فدیہ ادا کردیں تو امید ہے کہ قبول ہوگا۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۶۳۷/۳-۶۳۸)

کفارۂ نماز زندگی میں نہیں ہے:

سوال: ایک لڑکی سخت بیمار ہے، اس کے ورثا کا یہ خیال ہے کہ اس کی نماز کا کفارہ اس کی زندگی میں دے دیا جائے، اچھا ہونا ناممکن ہے، یا اس کی قیمت مکہ میں دے دیں، یا پارچہ وغیرہ غربا کو بنادیں، یا کوئی شخص حج کو جاتا ہو، اس کو بطورِ امانت دے دیں کہ وہاں مساکین کو دے دیں، یا کسی مسجد میں، یا کسی چاہِ مسجد میں لگادیں؟

الجواب

مریض کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ اور کفارہ بعد مرنے کے ہی دیا جاتا ہے؛ اس لیے کہ زندگی میں تو حتی الوسع نماز ادا کرنے کا ہی حکم ہے، اگرچہ اشارہ وغیرہ سے ہو۔ الحاصل فدیہ اور کفارہ نماز وروزہ کا بعد انتقال کے دینا چاہیے اور یہ بھی شرط ہے کہ میت وصیت کر جاوے۔ پس بعد انتقال کے جس قدر نمازیں اور روزے اس کے ذمہ ہوں، ان کا کفارہ اس طرح ادا کرے کہ ہر ایک نماز کے عوض پونے دوسیر گندم بوزن انگریزی، یا ان کی قیمت مساکین کو دیوے اور اسی طرح ایک روزہ کا کفارہ بھی اسی قدر ہے۔(۳) پس وہ قیمت خواہ مساکین ویتامی اور بیواؤں کو تقسیم کرے، یا مدرسہ

---

(۱) وسئل حمیر الوبری وأبو یوسف بن محمد عن الشیخ الفانی هل تجب علیه الفدیة عن الصلوات کما تجب علیه عن الصوم وهو حی؟ فقال: لا، کذا فی التتارخانیة. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۲۵/۱، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت، مکتبة زکریا یوبند، انیس)

(۲) إذا مات الرجل وعلیه صلوات فائتة فأوصیٰ بأن تعطی کفارة صلواته یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع، ولصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله... إلخ. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۲۵/۱)

(۳) ولو مات وعلیه صلوات فائتة وأوصیٰ بالکفارة یعطی بکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم==

کے طلبائے مساکین کو تقسیم کردیوے، یا اس کا کپڑا خرید کر غربا کو تقسیم کردیوے، یہ سب جائز ہے اور یہ بھی درست ہے کہ کسی حج کو جانے والے کو دے دے کہ مکہ معظّمہ، یا مدینہ طیبہ کے مساکین کو تقسیم کردے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ اپنے ہی شہر کے غربا کو دیوے اور مسجد، یا چاہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۳۶۹/۴-۳۷۰)

میت کی طرف سے قضا نمازیں ادا کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص نے ایک بیٹا چھوڑ کر انتقال کیا اور دس وقت نماز قضا کیں، اب یہ بیٹا نماز پڑھ کر ادا کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

نماز قضا کردینے سے فرض نمازیں میت کے سر سے نہ اتریں گی، البتہ فدیہ دے دیا جاوے؛ یعنی ہر روز کی پانچ نمازوں اور ایک وتر کی بابت تین صاع فدیہ دیدیں تو امید ہے کہ قبول ہوجاوے گا اور اگر فدیہ کی میت نے وصیت کی ہوتو ثلث ترکہ میں سے جس قدر فدیہ نکل سکے، اس کا نکالنا واجب ہے۔ والسلام

کتبہ: الاحقر عبدالکریم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفی عنہ، ۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ۔ (امدادالاحکام:۲۸۲/۲)

میت کی طرف سے اس کا بیٹا نماز کا فدیہ ادا کرسکتا ہے:

سوال: میرے والد کا انتقال ۱۹۶۳ء میں کراچی میں ہوا تھا، مجھے یاد ہے کہ بیماری کے دوران ان کی کچھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں، انہوں نے قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کا کوئی وصیت نامہ نہیں لکھا تھا، تو کیا ہم لوگ ان کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے ان کی قضان نمازوں کا فدیہ ادا کرسکتے ہیں؟ اور اگر ادا کریں تو پھر کس حساب سے؟ یعنی ۱۹۶۳ء کے صدقہ فطر کے ریٹ سے یا ۱۹۷۸ء کے صدقہ فطر کے ریٹ سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

آپ اپنے والد کی طرف سے فدیہ ادا کرسکتے ہیں، یومیہ چھ نمازوں کا حساب لگائیں؛ اس لیے کہ وتر کا مستقل فدیہ واجب ہے، جب فدیہ ادا کریں گے اس وقت کا نرخ لگایا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲/ محرم ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ:۴۵/۳)

== الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله. (الدرالمختار)(باب قضاء الفوائت: ۱۰۱/۱، مكتبة زكريا، انيس)

(قوله: عليه صلوات فائتة) أي بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء فيلزمه الإيصاء بها وإلا فلا يلزمه وإن قلت. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت)(مطلب في تعريف الإعادة: ۵۳۲/۲، مكتبة زكرياديوبند، انيس)

(۱) (قَوْلُهُ وَلَا يُبْنَى بِهَا مَسْجِدٌ وَلَا يُكَفَّنُ بِهَا مَيِّتٌ) لِانْعِدَامِ التَّمْلِيكِ مِنْهُ ... وَلَا يُبْنَى بِهَا السِّقَايَاتُ وَلَا تُحْفَرُ بِهَا الْآبَارُ وَلَا يَجُوزُ إلَّا أَنْ يَقْبِضَهَا فَقِيرٌ أَوْ يَقْبِضَهَا لَهُ وَلِيٌّ أَوْ وَكِيلٌ لِأَنَّهَا تَمْلِيكٌ وَلَا بُدَّ فِيهَا مِنْ الْقَبْضِ. (الجوهرة النيرة، باب مصارف الزكاة: ۱۲۹/۱، المطبعة الخيرية القاهرة، انيس)

روزہ ونماز کے لیے وصیت اور اس کی ادائیگی:

سوال: ایک شخص کی زوجہ نے چھ ماہ کی علالت کے بعد انتقال کیا۔ زوجہ مذکورہ کی دس بارہ روز کی نمازیں بیماری میں قضا ہوئیں اور ایک ماہ رمضان کے روزے۔ مرتے وقت عورت نے شوہر سے کہا کہ میری اتنی نمازیں اور مہینہ بھر کے روزے قضا ہوئے ہیں اس کا عوض دینا۔ نمازوں کا بدل کیا دیا جاوے، مساکین کو کھانا کھلایا جاوے، یا نقد دیا جاوے اور روزوں کا عوض کیا ہونا چاہیے اور کیا اس کا خاوند روزے اس کی طرف سے رکھ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

نمازوں اور روزوں کا فدیہ خواہ نقد دیا جاوے، یا غلّہ وغیرہ درست ہے۔ ایک نماز کا فدیہ بوزن انگریزی پونے دو سیر گندم، یا اس کی قیمت ہے۔ اسی طرح ایک روزہ کا فدیہ بھی اسی قدر ہے۔ پس جملہ نمازوں کا مع وتر کے حساب کر لیں اور تیس روزوں کا حساب کر لیں، ایک دن رات کی نمازیں چھ ہوئیں۔ پس ایک دن رات کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس سیر گندم، یا ان کی قیمت ہوئی۔ مساکین کو تقسیم کر دی جاوے اور تیس روزوں کا ایک من ساڑھے بارہ سیر گندم، یا ان کی قیمت ہوئی اور روزہ رکھنا اس کی طرف سے معتبر نہیں ہے، فدیہ ہی دینا چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۶/۴-۳۶۷)

اگر مرنے والا چھٹی ہوئی نمازوں کے فدیہ کے لیے کہہ جائے تو تہائی مال سے ادا کیا جائے:

سوال: زید مر گیا اور وصیت کی کہ میری قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنا، چناں چہ اکثر مواضع پنجاب میں مردہ کے ساتھ ہی ساتھ اناج وغیرہ لوگ لے جاتے ہیں، درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اگر زید نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے اور وصیت کی ہے کہ میری نمازوں کا فدیہ ادا کرنا تو ادا کرنا فدیہ کا وارثوں پر لازم ہے، تہائی مال تک یہ وصیت نافذ ہوگی۔

درمختار میں ہے:

ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصٰى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذاحكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله،إلخ. (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۶/۴)

---

(۱)　ولو مات وعليه صلوات فائتة و أوصٰى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله،إلخ.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب قضاء الفوائت: ۶۸۵/۱،ظفير)

(۲)　الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب قضاء الفوائت،مطلب فی إسقاط الصلوٰة: ۶۸۵/۱-۶۸۶،ظفير

وصیت کے بعد تہائی ترکہ سے نمازوں کا فدیہ ضروری ہے:

سوال: والدہ مرحومہ نے بوقت وفات فرمایا تھا کہ میرے زیور میں سے میری نمازوں کا فدیہ دے دینا،اس سے خاص فدیہ مراد ہے، یا جس قدر بھی ہو سکے؟ اگر فدیہ مراد ہے تو مقدار کا تعین دشوار ہے؛ کیوں کہ جو نمازیں ادا نہیں ہوئیں،ان کا کوئی حساب وشمار نہیں، یا اس کو وصیت سمجھ کر ایک ثلث دے دیا جاوے اور اس کا مصرف کیا ہے؟ مسجد کے فرش وسائبان وغیرہ میں لگایا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر متوفیہ مرحومہ نے کچھ مال چھوڑا ہے تو ان کی وصیت کے مطابق فدیہ نمازوں فوت شدہ کا ایک ثلث ترکہ تک دینا ضروری ہے اور فوائت کا اندازہ اور تحقیق سے جس قدر نمازیں فوت شدہ تخمیناً معلوم ہوں، ان کا فدیہ دیا جاوے۔فی نماز پونے دو سیر گندم، یا اس کی قیمت فدیہ میں دیوے اور مصرف اس کا فقرا ہیں،مثل زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے۔(۱) مسجد کی مرمت وتعمیر وضروریات وغیرہ میں جس میں تملیک فقیر نہ ہو، دینا درست نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم:۴/۳۷۱-۳۷۲)

بلا وصیت فدیہ ورثا میں سے کسی کے ذمہ لازم نہیں:

سوال: جو عورت مری ہے،اس کے شوہر، بیٹا اور والدین موجود ہیں تو اس کے مال سے کون فدیہ دینے میں افضل ہے؛ کیوں کہ شوہر کو روزہ نماز قضا ہونے کا حال معلوم ہے؟

الجواب

جو دیدے وہ اچھا ہے، بلا وصیت متوفیہ کے واجب کسی کے ذمہ نہیں ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۴/۳۷۳)

وصیت کے باوجود جب نمازوں کا کفارہ ورثہ نہ نکالیں تو کیا حکم ہے:

سوال: زید کا انتقال ہوا، ورثہ زید نے بعد انتقال ایک وصیت نامہ تحریر کردہ زید پایا۔زید متوفی نے تحریر کیا ہے کہ

(۱) ولو ماتت وعليه صلوات فائتة وأوصٰى بالكفارة يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله،إلخ.(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب قضاء الفوائت: ١/٦٨٥، ظفير)(مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت،انيس)

(۲) لايصرف إلىٰ بناء نحو مسجد ولا إلىٰ كفن ميت.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،كتاب الزكٰوة، باب المصرف: ١/٥٨٢،ظفير)

(۳) أولم يوص بشئ وأراد الولي التبرع إلخ وأشار بالتبرع إلىٰ أن ذلك ليس بواجب على الولي،ونص عليه في تبيين المحارم فقال:لايجب على الولي(رد المحتار،باب قضاء الفوائت: ١/٦٨٦،ظفير)(كتاب الصلاة،مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت: ٢/٥٣٤،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

چند سالوں کی نماز کی قضا اور تقریباً دو ماہ کے روزوں کی قضا مجھ پر واجب الادا ہے، میرے مرنے کے بعد میری جائداد متروکہ سے فدیہ ادا کردیا جائے۔ آیا ورثاء زید کے ذمہ شرعاً وصیت مذکورہ کا ادا کرنا واجب ہے، یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو ایک نماز کا کتنا فدیہ واجب ہے اور ایک روزہ کا کس قدر؟ اور اگر ورثۂ زید نے باوجود جائداد متروکہ زید کے فدیہ ادا نہ کیا تو عند اللہ گنہگار رہوں گے، یا نہیں اور زید مواخذہ سے بری ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

جس شخص کے ذمہ نماز، یا روزہ واجب الادا ہو اور اس کے پاس مال ہو تو اس کو مرتے وقت فدیہ کے لیے وصیت کرجانا واجب ہے اور درصورت وصیت کردینے اور مال چھوڑ جانے کے ورثۂ میت کے ذمہ اس وصیت کا پورا کردینا ثلث مال میں سے واجب ہے۔

شامی میں ہے:

یعطی عنه ولیه أی من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة أو وراثة فیلزمه ذلک من الثلث إن أوصٰی وإلا فلایلزم الوصی ذلک. (۱)

اور ایک نماز کا فدیہ بقدر صدقۂ فطر کے ہے؛ یعنی نصف صاع گندم، یا ایک صاع شعیر، یا ان کی قیمت اور اتنا ہی ایک روزہ کا ہے؛ لیکن نماز میں ہر روز کی چھ نمازوں کا حساب لگانا چاہیے؛ کیوں کہ وتر جو واجب ہے حکم میں فرض کے ہے اور ورثہ میت باوجود وصیت کرجانے میت کے اور چھوڑ جانے مال کے اگر وصیت کو ثلث مال میں سے پورا نہ کریں گے تو گناہگار رہوں گے اور میت بھی مواخذۂ اخروی سے بری نہ ہوگی، تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادے۔ (۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۶۷/۴-۳۶۸) ☆

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی إسقاط الصلاة عن المیت: ۶۸۵/۱، ظفیر

(۲) ولو مات وعلیه صلوات فائتة وأوصٰی بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وإنما یعطی من ثلث ماله. (الدر المختار) (باب قضاء الفوائت: ۱۰۱/۱، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

أی یعطی عنه ولیه أی من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة أو وراثة فیلزمه ذلک من الثلث إن أوصٰی. (رد المحتار، باب قضاء الفوائت، مطلب فی إسقاط الصلاة عن المیت: ۵۳۲/۲، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

☆ **بغیر وصیت کے کوئی وارث اپنے مال سے قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرے تو میت کے ذمہ سے نمازیں ساقط ہوجاویں گی، یا نہیں؟**

سوال: میت کے بغیر وصیت اگر کوئی وارث اپنے مال سے اس کے روزے اور نمازوں کا فدیہ ادا کردے تو کیا میت کے ذمہ سے وہ ساقط ہوجاویں گے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ہاں اللہ تعالیٰ سے امید یہی ہے کہ معاف فرمادیں گے۔

۲۴ / جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۲۸۰/۲)

بغیر وصیت وارث فدیہ دے سکتا ہے، کیا فدیہ کا حکم دوسرے صدقات واجبہ کی طرح ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۸/جولائی ۱۹۳۰ء)

سوال: میت نے نماز روزہ وغیرہ کے متعلق کوئی وصیت نہ کی ہو اور کوئی وارث اپنی طرف سے اس کے روزوں کا فدیہ ادا کرے تو کیا حکم ہے؟ اور اس فدیہ کے مستحق کون لوگ ہیں؟ کیا ایسے مال کو مسجد وغیرہ میں لگایا جا سکتا ہے؟

الجواب

میت نے فدیہ نماز وغیرہ کے متعلق وصیت نہ کی ہو اور وارث اپنے طور پر اپنے مال میں سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے،(۱) اور اس کے مستحق فقرا و مساکین ہیں۔(۲) صدقات واجبہ کا جو حکم ہے، وہی اس کا ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۱۸۳/۴)

بے نمازی کی طرف سے ورثہ فدیہ ادا کردیں تو وہ بری ہوگا، یا نہیں:

سوال: زید نے چالیس سال کی عمر میں انتقال کیا اور ایک وقت کی بھی نماز ادا نہ کی اس کے ورثہ چاہتے ہیں کہ اس کی جانب سے کفارہ ادا کریں، ایسی حالت میں اگر اس کے ورثا ادا کریں تو کیا زید بری الذمہ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اور ترک فریضہ کا سوال ہوگا، یا نہ؟ بصورت بری الذمہ ہونے کے کیا یہ جواز امراء کو دلیر بناتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بلا وصیت میت کے اور بلا مال چھوڑنے کے ورثا کے ذمہ ادائے کفارہ واجب نہیں ہے۔ اگر تبرعاً کفارہ اس کی نمازوں کا دیوے تو درست ہے اور بہت اچھا ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگذر فرما دے اور جو شخص چالیس برس کی عمر میں فوت ہوا، اس کے ذمہ تقریباً پچیس برس کی نمازوں کا فدیہ لازم ہے؛ کیوں کہ پندرہ برس کی عمر میں بالغ شمار ہوتا ہے۔ بہر حال بحالت موجودہ وارثوں کا فدیہ دے دینا اچھا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اگر چہ یہ یقین نہیں ہے کہ میت بری ہو جاوے گی؛ مگر کچھ امید برأت کی ہے اور یہ ادائے فدیہ ترک نماز پر دلیر نہیں بنا سکتا؛

---

(۱) إذا لم يوص بفدية الصوم، يجوز أن يتبرع عنه وليه. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت مطلب في إسقاط الصلاة عن الميت: ۷۲/۲، ط: سعيد)

(۲) مصرف الزكاة والعشر ... هو فقير، إلخ.

وفي الشامية: وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر، والكفارة، والنذر، وغير ذلك من الصدقات الواجبة. (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۳۹/۲، ط: سعيد)

(۳) کیوں کہ یہ وارث پر اگر چہ واجب نہیں؛ لیکن میت پر تو واجب تھا تو چوں کہ وارث میت کی طرف سے اس پر واجب حق ادا کر رہا ہے؛ اس لیے اس کا حکم بھی وہی ہوگا، جو دوسرے صدقات واجبہ کا ہے۔

کیوں کہ اول تو تارک نماز کو کیا یقین ہے کہ اس کے ورثا فدیہ ادا کریں گے، یا نہیں؟ دوسرے بصورت عدم وصیت وعدم مال کے وارثوں کے تبرع سے اور اپنی طرف سے فدیہ ادا کرنے سے برأت یقینی نہیں ہے۔ بہر حال ترکِ فریضہ معصیت ہے، اس کا سوال ضرور ہوگا، فدیہ ادا کیا، نہ کیا، باقی معافی اللہ کے اختیار میں ہے۔

﴿وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۴/۴-۳۶۵)

پانچ نمازوں سے زیادہ بے ہوش رہ کر فوت ہونے والے کی نمازوں کا فدیہ دینا ہوگا:

سوال: ایک شخص کا دل کا دورہ پڑا، جو کہ بعد میں جان لیوا ثابت ہوا، دل کے عارضے کے دوران درد وکرب کی کیفیت میں چند نمازیں اس سے فوت ہوئی ہیں۔ علما نے کہا کہ ان نمازوں کا مالی فدیہ ادا کردو؛ تاکہ مرحوم آخرت کے اعتبار سے بری الذمہ ہوجائے۔ کیا ان نمازوں کا مالی فدیہ دینا ضروری ہے، جب کہ مرحوم نیم بے ہوش رہا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

اگر ہوش وحواس باقی تھے تو یہ نمازیں ان کے ذمے ہیں اور ان کا فدیہ ادا کیا جانا چاہیے؛ مگر چوں کہ مرحوم کی طرف سے وصیت نہیں؛ اس لیے وارثوں کے ذمے واجب نہیں اور اگر بے ہوش رہے اور یہ بے ہوشی پانچ نمازوں سے زیادہ میں رہی تو یہ نمازیں معاف ہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۶۳۷/۳)

ہر نماز وروزہ کا فدیہ پونے دوسیر گندم ہے اگر کل تعداد معلوم نہ ہو تو اندازے سے ادا کرے:

سوال (۱) اگر کوئی میت وصیت کرے کہ میرے نماز روزے کا فدیہ ادا کرنا تو اس کے لیے کیا فدیہ کل نماز وروزوں

---

(۱)　سورۃ النساء: ٤٨، انیس

ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصٰى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من برّ كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله. (الدرالمختار) (باب قضاء الفوائت: ١٠١/١، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

أى يعطى عنه وليه، إلخ، إن أوصٰى وإلا فلا يلزم الولى ذلك، إلخ، أما إذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد فى الزيادات: إنه يجزيه إن شاء الله تعالىٰ فعلق الإجزاء بالمشية لعدم النص. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فى إسقاط الصلوٰة عن الميت: ٦٨٥/١-٦٨٦، ظفير)

(۲)　ومن أغمى عليه خمس صلوات قضى ولو أكثر لا يقضى ... هٰذا إذا دام الإغماء ولم يفق فى المدة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الرابع عشر فى صلاة المريض: ١٣٧/١، مكتبة زكريا، ديوبند)

عن عبيد الله بن نافع قال: أغمى علىٰ عبد الله بن عمر يوماً وليلة فأفاق فلم يقض مافاته واستقبل. (كذا فى نصب الراية: ٣٠٥/١) (إعلاء السنن: ١٩١/٧، الجزء السابع، كتاب الصلاة، باب المغمى عليه، طبع إدارة القرآن/ وأيضا الدر المختار: ١٠٢/٢، باب صلاة المريض)

کا ہوسکتا ہے اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھتا رہا؛ مگر جو نمازیں اس کی اوائل عمری میں قضا ہوئیں، یا روزے جن کو وہ باوجود نیت کے ادا نہ کرسکا۔

(۲) ایک لڑکی جس کی عمر ۱۴/سال ۷/ماہ ہوئی اور دس مہینے بالغ ہوئے، ہوئے تھے، نماز پڑھتی؛ مگر کبھی پڑھی اور کبھی قضا کی؛ کیوں کہ پیشاب کا مرض تھا، جہاں جسم نجس ہوا، نہانے کی سستی میں نمازیں قضا ہوتی تھیں، اس کی دس ماہ کی نمازوں کا کیا کفارہ دیا جائے؟

(المستفتی:۱۰۸، میر عبدالغفور صاحب، سابق جج شملہ ۲۲/رجب ۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۲/نومبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ہر نماز کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اور ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں ہوتے ہیں، اگر نمازوں اور روزوں کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو تخمینہ کرکے فدیہ دے دینا چاہیے۔(۱)

(۲) دس ماہ کی نمازوں کا فدیہ اسی حساب سے لگایا جائے کہ تخمیناً جتنی نمازیں قضا ہوں ہر نماز کے بدلے پونے دو سیر گیہوں، رات دن میں مع وتروں کے چھ نمازیں ہوتی ہیں۔(۲) چھ نمازوں؛ یعنی ایک دن کی نماز کا فدیہ ساڑھے دس سیر گیہوں ہوئے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۱۷۸/۴)

فدیہ میں گیہوں کے علاوہ دوسرا غلّہ، یا قیمت بھی ادا کرنا درست ہے:

سوال: اگر فدیہ میں گیہوں ادا نہ کیا؛ بلکہ قیمت، یا دوسرا غلّہ مستحقین کو دیا گیا تو یہ فدیہ ادا ہوگا، یا نہیں؟ اور گیہوں کے علاوہ دوسرے غلّہ کی کتنی مقدار ادا کی جاوے اور فدیہ کے مستحق زیادہ کون لوگ ہیں؟ اگر رقم فدیہ مدارس اسلامیہ میں طلبہ کے لیے بھیجی جاوے تو فیس منی آرڈر و دیگر اخراجات فدیہ میں محسوب ہوں گے، یا نہ؟

الجواب

فدیہ میں کھانا کھلائیں، خواہ اناج وغیرہ دیں، یا اس کی قیمت تصدق کریں، سب درست ہے اور گیہوں وشعیر وغیرہ کے علاوہ جو چیزیں غیر منصوصہ ہیں، جیسے جوار وغیرہ، تو ان کو اس قدر دینا چاہیے کہ ان کی قیمت نصف صاع گندم، یا ایک صاع شعیر کی قیمت کے مساوی ہو اور صاع کا وزن انگریزی سے تین سیر چھ چھٹانک ہوتا ہے، جس کا نصف چھٹا

(۱) خاتمة: من لايدري كمية الفوائت يعمل بأكبر رأيه، فإن لم يكن له رأى يقض حتى يتيقن أنه لم يبق عليه شيء. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص:٢٦٨، ط: مصطفى حلبي مصر)

(۲) ولومات ... وكذا حكم الوتر. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ٧٢/٢-٧٣، ط: سعيد)

نک کم پونے دوسیر ہوا،(۱)اوراس کا مصرف وہی ہے جوزکوٰۃ وصدقۂ فطر کا مصرف ہے،(۲)اورزیادہ مستحق اس کے وہ لوگ ہیں، جوزیادہ حاجت مند ہیں، جیسے مقروض وغیرہ اور اگر مدرسہ میں طلبا کے واسطے بھیجا جاوے تو یہ بھی اچھا مصرف ہے؛ لیکن فیس منی آرڈر وغیرہ اس میں محسوب نہ ہوگی۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۳۶۷/۴-۳۶۹)

فدیہ صوم وصلوٰۃ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

ہمارے یہاں عام رواج ہے کہ سن بلوغ کے بعد کسی کا انتقال ہوجائے تو آدھا من پانچ سیر گیہوں اورایک قرآن شریف بطور صدقہ نکالتے ہیں، متوفی خواہ امیر ہو، یا غریب فاقہ کش سب کے لیے یہی دستور رائج ہے، گیہوں کے ٹوکرے فقیر کے سر پر چڑھا کر جنازہ کے آگے کردیتے ہیں، بعد نماز جنازہ گیہوں کے ڈھیر کر کے دس بارہ فقیر اور ملا بیٹھ کہ حیلہ کرتے ہیں، حیلہ کے وقت ملا صاحب اس طرح فرماتے ہیں: ''صوم وصلوٰۃ واجبات جو اس مردے سے قضا ہوئے ہیں، اس کی طرف سے یہ کفارہ میں نے قبول کر کے تم کو بخشا''۔دائرے والے بھی یکے بعد دیگرے اسی طرح کہتے ہیں، پندرہ بیس مرتبہ یہ الفاظ دائرے میں دہراتے ہیں، پھر گیہوں بانٹ لیتے ہیں، ملا صاحب کا حصہ مع قرآن شریف ان کے مکان پر پہونچا دیتے ہیں۔

حیلہ میں قرآن شریف لانا لازمی ہے؛ بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے، بغیر قرآن شریف کے ملا صاحب حیلہ نہیں شروع کرتے اوراس حیلے کو متوفی کے فوت شدہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا نعم البدل مانتے ہیں۔متوفی غریب ہوا اوراس کی جانب سے گیہوں وغیرہ نہ نکالے جاویں تو بعد میں طعنہ تشنیع کی جاتی ہے۔بس صورت مسئولہ کا جواب مع حوالہ کتب وعبارت فقہ مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں وعندالناس مشکور ہوں؛ تاکہ ان بدعات سے باز آئیں۔

(۱) ہبہ میں قبضہ شرط ہے، یا اشارہ بھی کافی ہے؟ جائداد منقوم کا حیلہ کیسا ہے؟

(۲) موافق شرع حیلہ کیا جائے تو کیا اس میں فوت شدہ صوم وصلوٰۃ کا حساب ضروری ہے؟

---

(۱) ایک کیلو چھ سو بانوے گرام (۶۹۲)

يعطى لكل صلاة نصف صاع من برّ كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم. (الدر المختار)(كتاب الصلاة،باب قضاء الفوائت: ۱/۱۰۱،مكتبة زكريا ديوبند،انيس)

(قوله: نصف صاع من برّ،إلخ)أى أومن دقيقه أوسويقه أوصاع تمر أوزبيب أوشعير أوقيمته وهى أفضل عندنا لإسراعها بسدّ حاجة الفقير. (ردالمحتار،باب قضاء الفوائت،مطلب فى إسقاط الصلوٰة عن الميت: ۱/۶۸۵،ظفير)

(۲) أى مصرف الزكوٰة والعشر. (الدر المختار) (،باب المصرف: ۱/۱۴۰،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس)

وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة،كما فى القهستانى. (رد المحتار،باب المصرف: ۱/۷۹۲،ظفير)

(۳)　ولی میت فقیر کے سر پر ٹوکرا چڑھا کر قبرستان پہونچا دیتا ہے، وہ خود حیلہ میں نہیں بیٹھتا تو کیا یہ ہبہ سمجھا جاوے گا اور حیلہ درست ہوگا؟

(۴)　دینے والے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس ڈھائی من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن سے کتنی عبادات کا کفارہ ہوا، بصورت ہذا کفارہ صحیح ہوا کہ نہیں؟ بینوا توجروا فقط والسلام

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

مذکورہ طریقہ بدعت وناجائز ہے، اصل بلکہ خلاف اصول شرع ہے۔(۱) نفس ایصال ثواب بغیر التزام تاریخ وروزہ وہیت وغیرہ مستحسن اور باعث راحت میت ہے، خواہ کچھ قرآن کریم پڑھ کر، یا نماز روزہ عبادات کرکے، یا غربا مساکین کو نقد غلہ، کپڑا وغیرہ دے کر، یا مسجد، مدرسہ، کنواں وغیرہ بنا کر ہو،(۲) اور طریقہ مذکورہ میں چند خرابیاں ہیں:

(اول)　یہ کہ اس کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے، حتی کہ اگر اس کو کوئی ترک کرے تو اس پر طعن تشنیع کی جاتی ہے، حالاں کہ جس شے کا استحباب شریعت سے ثابت ہو، اس پر بھی اصرار کرنا ممنوع ہے، اصرار سے وہ شے ممنوع ہو جاتی ہے، چہ جائے کہ بدعت پر اصرار کرنا۔

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (۳)

"من أصر على أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصه، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، آه". (السعاية)(۴)

(دوم)　یہ کہ اس میں قرآن شریف کا ہونا بھی لازم سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ نفس غلہ کا ثواب پہونچانا شرعاً قرآن شریف کے ساتھ ہونے پر موقوف نہیں؛ بلکہ بغیر قرآن شریف ساتھ ہوئے بھی پہونچ جاتا ہے، یہ ایک حکم شرعی کی تغییر ہے۔

(سوم)　یہ کہ یہ حیلہ بغیر ترکہ کے تقسیم کئے ہوتا ہے، حالاں کہ بسا اوقات بعض ورثہ نابالغ ہوتے ہیں، نابالغ کا حصہ صرف کرنا ہرگز جائز نہیں، اگر وہ اجازت دے تو اجازت بھی معتبر نہیں۔(۵)

---

(۱)　''حیلۂ اسقاط مفلس کے واسطے علما نے وضع کیا تھا، اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے، حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے، وہاں حیلہ کارگر نہیں، مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو، ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنیہ کا ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات، ص: ۱۴۰، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲)　والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صومًا أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرًا أو طوافًا أو حجا أو عمرة أو غير ذلک عند أصحابنا للكتاب والسنة. (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشيدية)

(۳)　السعاية، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرآة: ۲۶۵/۲، سهيل اكادمى لاهور

(۴)　السعاية، المصدر السباق: ۲۶۳/۲، سهيل اكادمى لاهور

(۵)　"ولا (أى لاتصح الوصية) لوارثه وقاتله مباشرة...إلا بإجازة ورثته...وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير". (الدر المختار، كتاب الوصايا: ۶۵۶/۶، سعيد)

(چہارم) اس میں قبضہ نہیں ہوتا ہے، حالاں کہ صدقہ کے لیے قبضہ شرط ہے۔(۱)

(پنجم) غلے کی یہ مقدار بھی شرعاً متعین نہیں۔

(ششم) یہ مقدار کافی ولازم سمجھی جاتی ہے، حالاں کہ بعض اوقات صوم، صلوٰۃ میت کے ذمے کچھ بھی نہیں ہوتا اور بعض اوقات اتنی مقدار ہوتی ہے کہ حساب کے اعتبار سے یہ غلہ ناکافی ہوتا ہے؛ کیوں کہ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ واجب ہوتا ہے اور یہی مقدار ہر روزے کے عوض میں ہے۔(۲)

(ہفتم) عام طور پر یہ حیلہ ریاکاری اور فخر کے لیے کیا جاتا ہے؛ اسی لیے حساب نہیں کیا جاتا ہے؛ بلکہ مقدار مقررہ اور قرآن کریم کے دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اسی کو ضروری سمجھا جاتا ہے، خواہ میت کے ذمہ صوم وصلوٰۃ کچھ فوت شدہ باقی ہو، یا نہ ہو، نیز اگر ہو تو کم ہو، یا زیادہ ہو، قرآن شریف کو خدا جانے کس قدر کفارہ سمجھتے ہیں، حالاں کہ اس میں قیمت کا اعتبار ہوتا ہے۔

”وفی البزازية: ويكره... نقل الطعام إلى القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، و جمع الصلحاء، والقراءة للختم... وأطال فی ذلک فی المعراج، وقال: وهٰذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالىٰ... ولاسيما إذا كان فی الورثة صغار أو غالب، آه“. (ردالمحتار)(۳)

فیحترز تقسیم کردن نقد غله وغیره بعد میت أزترکه آن بمحتاجان به نیت ثواب جائز است، بشرطیکه وارثانش کبار بشند وراضی باشند بدادن، واگر ورثه میت صغار اند، بدون تقسیم ترك تصدق جائز نیست وبدون ایں چیزها همراه جنازه رسم جاهلیت است، ازشرع شریف ثابت نیست، وچیزے که نظیرش در اصل شرع یافته نمی شود کردن ان چیز مکروه است یا حرام، أما دادن تصدق بفقراء ومساکین برائے ثواب میت بے آنکه همراه جنازه برند، جائز است، زیرا که برائے ثواب میت چیز یکه بمحتاجان میدهند، مستحب آنست که بے روی وریاوبے تعین وقت وروز باشد إلا بدعت می گردد، ودرین صورت

---

(۱) ”لايمنع تمامها كرهن وصدقة؛ لأن القبض شرط تمامها“. (الدرالمختار، كتاب الهبة: ٥/٦٩١، سعيد)

(۲) ”ولومات وعليه صلوات فائتة، وأوصىٰ بالكفارة، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر، والصوم، وإنما يعطى من ثلث ماله“. (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت، عند مطلب فی إسقاط الصلاة عن الميت: ٢/٧٢-٧٣، سعيد)

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت: ٢/٢٤٠-٢٤١

دادن ایشاں خالی از کراہت نخواہد شد۔ واللّٰہ یھدی من یشاء إلی صراط مستقیم''۔(رسائل أربعین،ص:۵۰،۵۱،مطبوعۃ درمطبع محمدی ماہ صفر ۱۱۶۱ھ)

کفارہ صوم وصلوٰۃ میت کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ اگر اس نے مرنے سے پہلے وصیت کی تو ایک ثلث ترکے میں ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ، یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دے دی جائے، اسی طرح ہر روزہ کے عوض، اور وتر بھی شرعا مستقل نماز ہے۔ اگر ایک ثلث ترکے میں سے پورا ہوجائے، تب تو خیر، ورنہ سب ورثہ کی اجازت سے بشرطیکہ وہ بالغ ہوں، ایک ثلث سے زائد سے بھی وصیت کو پورا کیا جاسکتا ہے، بغیر وصیت صدقہ دینا جائز نہیں؛ تاہم اگر بالغ ورثا اپنے حصہ میں سے دے دیں، تب بھی درست ہے اور نابالغ کا حصہ صدقہ کرنا جائز نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰؍۱۱؍۱۳۶۰ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف ۱۸؍۱۲؍۱۳۶۰ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷؍۳۹۸-۴۰۱)

صوم وصلوٰۃ کا فدیہ، اس کی مقدار اور اس کا مستحق:

سوال (۱) ایک شخص کا انتقال ہوا، جس کی چند نمازیں ایسی حالت میں قضا ہوئیں کہ اس کو ہوش تھا؛ مگر طاقت اتنی نہ تھی کہ اشارہ ہی سے نماز پڑھتا، ایسی صورت میں ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو کس طرح ادا کرے اور فی نماز کس مقدار میں؟

(۲) مندرجہ بالا شخص کے رمضان کے کچھ روزے بھی قضا ہوگئے ہیں، جس کے بعد بیماری نے اس کو اتنی مہلت نہ دی کہ قضا ادا کرسکے، ان کا فدیہ کس طرح اور فی روزہ کس مقدار سے ادا کرے؟

(۳) ایک نماز کا فدیہ ایک ہی آدمی کو دے، یا کئی آدمیوں کو بھی دے سکتا ہے، اسی طرح کئی نمازوں، یا کئی روزوں کا فدیہ چند مساکین کو دے، یا ایک ہی مسکین کو دے سکتا ہے اور گیہوں وغیرہ کی قیمت بھی ادا کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۴) اس فدیہ کے مستحق کون ہیں؟ مسجد کی مرمت میں خرچ کرنا، یا کھانا پکا کر طلبہ کو کھلانا، یا کپڑے بنا کر طلبہ کو پہنانا جائز ہے، یا محض فقیروں کو دینا چاہیے؟

(۵) اگر کسی میت کے ورثا غریب ومفلس ہوں اور وہ میت کی فوت کردہ نمازوں کا فدیہ ادا نہ کرسکتے ہوں تو میت کی برأت کی اور کیا صورت ہوسکتی ہے۔ فقط

(عبدالکریم سوداگر، زیر جامع مسجد، معرفت حافظ عبداللہ صاحب، مدرس درجۂ قرآن شریف جامع مسجد سہانپور)

---

(۱) ''ولا (أی لاتصح الوصیة) لوارثه وقاتله مباشرة ... إلا بإجازة ورثته ... وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير''.(الدرالمختار، كتاب الوصايا: ٦/ ٦٥٦،سعيد)

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

(۱) اگر ایسی حالت میں نمازیں قضا ہوئیں کہ مریض میں سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی اور مرض سے صحت نہیں پائی؛ بلکہ اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو اس پر ان نمازوں کی قضا فرض نہیں، نہ اس کی طرف سے ان نماز وں کا فدیہ دینا ضروی ہے۔

وإن تعذر الايماء برأسه، وكثرت الفوائت بأن زادت علىٰ يوم وليلة، سقط القضاء عنه وإن كان يفهم، في ظاهر الرواية، وعليه الفتوىٰ". (۱)

قال الشامي: "فلومات ولم يقدر على الصلاة، لم يلزمه القضاء، حتىٰ لايلزمه الايصاء بها". (ردالمحتار: ۱/ ۱۰۵۱)(۲)

(۲) ایسی حالت میں روزہ کی قضا بھی ضروری نہیں، لہٰذا فدیہ بھی ضروری نہیں۔

"ولاقضا على المريض والمسافر إذا ماتا قبل الصحة أو الإقامة". (۳)

ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے فطرہ کی طرح، اسی طرح ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے۔

"يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم". (۴)

(۳) ایک نماز کا فدیہ ایک ہی کو دیا جائے، کئی کو نہ دیا جائے۔

"ولو أدى للفقير أقل من نصف صاع، لم يجز". (الدرالمختار: ۱/ ۷٦۸)(۵)

البتہ کئی نمازوں کا فدیہ ایک کو دینا جائز ہے۔

"ولو أعطاه الكل جاز". (٦)

اسی طرح کئی روزوں کا فدیہ بھی ایک کو دینا جائز ہے۔

ويجوز أعطاء فدية صلوات وصيام أيام ونحوها لواحد من الفقراء جملة. (مراقي الفلاح: ۲۵۵)(۷)

---

(۱) الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۱/ ۱۰٤، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صلاة المريض: ۲/ ۹۹، سعيد

(۳) البحرالرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/ ٤۹۵، رشيدية

(۴) الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۲، سعيد

(۵) الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۲، سعيد

(٦) الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷٤، سعيد

(۷) مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ٤۳۹، قديمي

اور ایک روزہ کا فدیہ کئی کو دینا جائز نہیں۔ گیہوں وغیرہ کی قیمت دینا بھی جائز ہے؛ بلکہ بہتر ہے۔

قال الشامی: تحت قول الدر: "(نصف صاع من بر): أی أومن دقیقه أوسویقه أوصاع تمر أو زبیب أوشعیر أوقیمته، وهی أفضل عندنا لإسراعها بسدحاجة الفقیر". (۱)

(۴) غریب، مسکین لوگ اس فدیہ کے مصرف ہیں، مسجد کی مرمت میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں۔ (۲) کھانا پکا کر غریب طلبہ کو بطور تملیک دے دینا جائز ہے، اسی طرح کپڑے بنا کر دینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ طلبہ مستحق ہوں، مالدار نہ ہوں، (۳) فقیروں کو دینا بھی جائز ہے۔ (۴)

(۵) اگر ورثہ میت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہیں تو نصف صاع کسی فقیر کو دے دیں اور قبضہ کرا دیں، اس کے بعد وہ فقیر نصف صاع بطور ہبہ اس کو دیدے اور ورثہ اس پر قبضہ کرلیں، اسی طرح لیتے دیتے رہیں؛ مگر قبضہ ضرور ہوتا رہے، ہر مرتبہ میں ایک نماز کا فدیہ ادا ہوتا رہے گا، جب حساب لگا کر دیکھ لیں کہ پوری نمازوں کا فدیہ ہوگیا تو نصف صاع اگر فقیر کو دینا تھا، تب تو اسی کو دے دیں، اگر کسی سے قرض لیا تھا، اس کو واپس کردیں، ان شاء اللہ امید ہے کہ میت کی برأت ہوجاوے گی اور ورثہ کا یہ معاملہ بطور احسان وتبرع ہوگا؛ کیوں کہ ان پر مفلس ہونے کی حالت میں ایسا کرنا واجب نہیں اور صورت مسئولہ میں تو میت سب کے نزدیک بالکل بری ہے؛ کیوں کہ نماز قضا کرنے کا اسے موقع ہی نہیں ملا۔ (هکذا فی کتب الفقه، نحو مراقی الفلاح، ص: ۲۵۴/ وشامی: ۷۶۷/۱) (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۷/۱۳۵۲ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۷/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۶/۷-۳۹۷)

---

(۱) ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، سعید (مطلب فی إسقاط الصلاة عن المیت: ۵۳۳/۲، مکتبة زکریا، انیس

(۲) "ویشترط أن یکون الصرف (تملیگا) لاإباحة کما مر (لا) یصرف (إلیٰ بناء) نحو (مسجد) ولاإلیٰ (کفن میت و قضاء دینه)". (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۴۴/۲، سعید)

(۳) "فلو أطعم یتیمًا ناویا الزکاة، لایجزیه، إلا إذا دفع إلیه المطعوم، کما لو کساه بشرط أن یعقل القبض". (الدر المختار، کتاب الزکاة: ۲۵۷/۲، سعید)

(۴) مصرف الزکاة والعشر هو فقیر، وهومن له أدنی شئ: أی دون نصاب... (ومسکین من لاشئ له) علی المذهب ... وصدقة الفطر کالزکاة فی المصارف. (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۳۳۹.۳۶۹/۲، سعید)

(۵) وإن لم یف ما أوصیٰ به) المیت (عما علیه) أولم یکف ثلث ماله أولم یوص بشئ، وأراد أحد التبرع بقلیل لایکفی، فحیلته لإبراء ذمه المیت عن جمیع ماعلیه أن (یدفع ذلک المقدار الیسیر بعد تقدیره لشئ من صیام، أوصلاة أونحوه ویعطیه (للفقیر) (بقصد إسقاط ما یرد عن المیت (فیسقط عن المیت بقدره، ثم بعد قبضه (یهبه الفقیر للولی) اوللأجنبی (ویقبضه) لتتم الهبة وتملک (ثم یدفعه) الموهوب له (للفقیر) بجهة الاسقاط متبرعا به عن المیت (فیسقط عن المیت بقدره، ثم یهبه الفقیر للولی) أوللأجنبی (ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر) متبرعا عن المیت، ==

فدیہ نماز کی تفصیل:

سوال: ایک شخص کی وفات ہوئی اور اس کے ورثا کو یہ معلوم ہے کہ اس کی اتنے دن کی نماز قضا ہوئی ہے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟ کیا اتنے دن کا کھانا ایک آدمی کو اتنے دن میں دیا جاسکتا ہے، یا اتنے آدمیوں کو ایک ساتھ کھانا کھلانا چاہیے اور ایک دن میں کتنے وقت شمار ہوں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثہ کے ذمہ اس کا کفارہ ادا کرنا واجب نہیں؛ تاہم اگر بالغ ورثہ اپنے مال سے۔خواہ وہ مال ان کو اسی میت سے بصورت ترکہ ملا ہو، فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار فقیر کو دے دیں اور وتر کو مستقل نماز شمار کریں؛ یعنی ہر دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ دیں، یہ بھی جائز ہے کہ ایک فقیر کو چند نمازوں کا فدیہ دے دیں، ایک دن میں دیں، یا چند ایام میں، ایک شخص کو دیں، یا متعدد کو، ہر طرح درست ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۸۸/۷)

فدیہ میں غلہ، یا اس کی قیمت دینا اور کھانا کھلانا بھی جائز ہے؛ مگر مالداروں کو دینا جائز نہیں:

سوال: ایک شخص اس جہان کو چھوڑ گیا، دیر تک بیمار رہا، نمازی اور نماز کا پورا پابند تھا؛ لیکن مرض کی تکلیف میں اس نے نماز چھوڑ دی، قیام ورکوع وسجود تو اپنی جگہ، اشارہ سے بھی نمازیں ادا نہ کیں، صرف اس بھروسہ میں کہ اللہ تعالیٰ بقا کی ارزانی فرمائیں تو پھر قیام ورکوع وارکان کے ساتھ قضا کی جائیں، اسی حالت میں انتقال ہوگیا، توجہ دلانے پر مرحوم کے ایک فرزند نے نماز کے فدیہ میں جو اناج بنتا تھا، اپنے زر سے خرید کر رکھ دیا ہے۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس اناج کا بصورت اناج ہی تقسیم کرنا ضروری ہے، یا اس کو فروخت کر کے اس کی فقہ وحدیث کی کتابیں خرید کر طلبہ کو دی جاسکتی ہیں، یا طلبہ کی اور ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں، یا نہیں؟

== وهٰكذا يفعل مرارًا (حتى يسقط ما كان) يظنه (على الميت من صلاة وصيام، ونحوهما مماذكرناه من الواجبات، وهٰذا هو المخلص في ذلك إن شاء الله يمنه وكرمه". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ٤٣٩، قديمي)

"ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير، ثم يدفعه الفقير للوارث، ثم وثم حتى يتم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ٧٢/٢، سعيد)

(١) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله ...ولو أدى للفقير أقل من نصف صاع لم يجز، ولو أعطاه الكل، جاز". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ٧٢/٢-٧٤، سعيد)

(۲)　ایک تبلیغی مذہبی جلسہ میں جو لوگ وعظ سننے آئے ہوں، ان کو یہ اناج پکا کر دو وقتہ کھلا دیا جائے تو جائز ہے، یا نہ؟ اور اس طعام سے نمازوں کا کفارہ یا فدیہ ادا ہو جائے گا، یہ نہ کہ اس کی مقبولیت کی امید ہو؟

(المستفتی: ۲۶۰۳، غلام محمد صاحب (ملتان) ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ، مطابق ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء)

الجواب

ضروری نہیں کہ قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ بصورت غلہ ہی ادا کیا جائے؛ بلکہ اس کی قیمت بھی بصورت نقد ادا کی جا سکتی ہے۔(۱) اسی طرح اس قیمت کی کوئی اور چیز مثلاً کپڑا کتاب بھی دی جا سکتی ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ فدیہ کی رقم، یا جنس فقیر؛ یعنی محتاج کو تملیک کے طور پر دی جائے، فدیہ کی رقم خرچ کر کے وعظ سننے کے لیے آنے والوں کو (جن میں امیر اور فقیر سب ہی ہوں گے) کھانا کھلا دینا درست نہیں؛ کیوں کہ اس میں تملیک نہیں ہوئی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۴/ ۱۸۱-۱۸۲)

نماز کا فدیہ شیعہ کو دینا:

سوال: زید اپنے بہنوئی اور بہن کو اپنی زوجہ کی نمازوں کا فدیہ (جس کا انتقال ہو چکا ہے) دے سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔

الجواب　حامدًا ومصليًا

ان کو نہیں دینا چاہیے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/ ۱۰/ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/ ۱۰/ ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۴۰۱-۴۰۲)

---

(۱)　قوله: نصف صاع من برأى أومن دقيقه أو سويقه، أوصاع تمر، أوزبيب أو شعير، أوقيمته، وهى أفضل عندنا، لاسراعها يسد حاجة الفقير، إمداد. (رد المحتار، باب قضاء الفوئت، مطلب فى اسقاط الصلاة عن الميت: ۲/ ۷۲-۷۳، ط، سعيد)

(۲)　حضرت مفتی صاحب نے عدم جواز کی وجہ عدم تملیک قرار دی ہے، جب کہ مشہور قول کے مطابق فدیہ میں تملیک ضروری نہیں، البتہ ایک قول کے مطابق تملیک ضروری ہے۔"وهل تكفى الإباحة فى الفدية، قولان: المشهور نعم (رد المحتار، كتاب الصوم فصل فى العوارض المبيحه لعدم الصوم: ۲/ ۴۲۷، ط: سعيد) بلکہ عدم جواز کی صحیح وجہ امیروں کو کھلانا ہے؛ کیوں کہ فدیہ کے مستحق صرف غریب اور محتاج لوگ ہیں، امیروں کو دینا جائز نہیں۔ مصرف الزكاة والعشر هو فقير. (الدر المختار) (وفى الشامية): وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر، والكفارة والنذر وغير ذلک من الصدقات الواجبة. (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۳۳۹، ط: سعيد)

(۳)　وبهذا ظهر أن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية فى على رضى الله عنه أوأن جبرئيل عليه السلام غلط فى الوحى أو كان ينكر صحبة الصديق رضى الله عنه أويقذف السيدة الصديقة رضى الله عنها فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۲/ ۳۹۸، ظفير)

کیا سال بھر کی نماز کا کفارہ صرف ایک نسخۂ قرآن ہوسکتا ہے:

سوال: کسی شخص کی سال بھر کی نماز فوت ہوگئی، وقت موت اس نے کہا کہ میری سال بھر کی نمازوں کا کفارہ کے بدلہ ایک قرآن شریف دے دینا؛ کیوں کہ میرے میں اتنی طاقت نہیں، جو تمام نمازوں کا کفارہ ادا کردوں۔ کیا از روئے شرع یہ قرآن شریف اس کی سال بھر کی قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ہوجائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایک قرآن شریف سے تمام نمازوں کا کفارہ ادا نہ ہوگا؛ بلکہ ایک دن کی نمازوں کا کفارہ ساڑھے دس سیر گندم بوزن انگریزی، یا اس کی قیمت ہے، جو کہ قریب ڈیڑھ روپیہ کے ہوتی ہے اور ایک ماہ کی نمازوں کا کفارہ (۴۵روپے) ہوتا ہے اور بارہ ماہ کا اس سے اندازہ کرلیا جاوے (۵۴۰ روپے)، پس اگر اس شخص کے ترکہ کے ایک ثلث میں اس کی گنجائش ہے تو پورا کفارہ نمازوں کا دینا چاہیے۔(۱)

قیمت کا جو حساب درج ہے، وہ ۱۳۴۴ھ کا ہے۔ ہمارے اس زمانہ ۱۳۸۱ھ میں قیمت میں پہلے سے بڑا فرق ہوجائے گا؛ اس لیے کہ آج ساڑھے دس سیر گیہوں کی قیمت کم از کم چار روپے ہوگی۔ بہرحال گیہوں کا حساب تو وہی رہے گا، جو درج ہے؛ لیکن قیمت کا اندازہ دینے کے وقت لگایا جائے گا، خواہ کم ہو، خواہ زیادہ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۳۹-۴۴۰)

صوم وصلوۃ کا کفارہ تعمیر مسجد پر صرف کرنا:

سوال: صوم وصلوۃ کے کفارہ کو مسجد کی تعمیر، سڑک اور پل کی تیاری میں صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ کسی کی تملیک نہ ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ابوالمکارم کی تحریر سے جواز معلوم ہوتا ہے اور صاحب برہان کی تحریر سے عدم جواز۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تمام صدقات اور کفاروں میں غریب کی تملک شرط ہے۔

ابوالمکارم لکھتے ہیں:

أجازله إباحة فی الكفارات كلها والضابطة أن كل ماورد بلفظ الإيتاء و الأداء شرط فيه التمليک وما وردبلفظ الإطعام يشترط فيه الإباحة وعند الشافعي يشترط التمليک فی الكل،انتهٰی

(۱) ولومات وعليه صلوات فائتة وأوصٰى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۱/۶۸۵-۶۸۶،ظفير)

اورصاحب برہان ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾ کی شرح میں لکھتے ہیں:

إنما للحصر فيقتفى قصر جنس الصدقات على الأصناف المعدودة واختصاصها بهم كأنه قيل إنماهي لهم لا لغيرهم، انتهٰى

تفسیر احمدی میں ہے:

هٰذه الآية في بيان مصارف الزكاة؛ لأن المراد من الصدقات المفروضة منها وهي الزكاة وقد جعلها الله في الآية ثمانية مذكورة مع الترتيب وحصر فيها بكلمة إنما، انتهٰى.

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۴۴، ۲۴۵)

نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا افضل ہے، یا حج بدل کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے ماں باپ، روزہ نماز کے پابند نہ تھے، لاپرواہی سے نماز نہ پڑھتے تھے، اللہ جل شانہ نے زید کو مالی وسعت بخشی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے امسال حج کراویں، حالاں کہ ان کے والدین پر حج فرض نہ تھا، سوال یہ ہے کہ زید کے لیے والدین کے نماز، روزہ کا فدیہ ادا کرنا والدین کے لیے زیادہ مفید ہوگا، یا حج کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

قاعدہ عقلیہ بھی ہے اور شرعیہ بھی کہ جلب منفعت پر دفع مضرت مقدم ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرائض علی الخصوص ترک صلوٰۃ پر بے حد تشدید ووعید بالعذاب وارد ہے اور قدر مشترک متواتر المعنی ہے، لہٰذا اداء فدیہ کے ذریعہ إنقاذ من العذاب والدین کے حق میں از بس مفید وراجح ہے۔

ناکارہ نے اپنی بضاعت کے مطابق کتب فقہ کا کافی تتبع کیا، اس کے باوجود کوئی جزئیہ صراحتاً نہیں مل سکا، البتہ فقہ کی مجموعی عبارات سے فدیہ ہی کا ادا کرنا بچند وجوہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) فدیہ ادا کرنے کے بعد مطالبہ میت سے ساقط ہوجاتا ہے، البتہ تاخیر کا گناہ باقی رہتا ہے، بخلاف حج کے کہ اس سے سقوط مطالبہ کی تصریح نہیں ملتی۔

وإن لم يوص وتبرع وصيه به جاز، الخ. (الدرمختار مع تنوير الأبصار: ۱۶۱/۲)

وقال العلامة الشامي: هٰذا القول أقول لامانع من كون المراد به سقوط المطالبة عن الميت بالصوم في الآخرة وإن بقي عليه إثم التأخير كما لو كان عليه دين عبد وماطله به حتىٰ مات فأوفاه عنه وصيه أوغيره، الخ. (ردالمحتار: ۱۶۱/۲)(۱)

(۱) ردالمحتار، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۴۲۵/۲، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) فدیہ کا ادا کرنا انفع للفقراء بھی ہے، بخلاف حج کے کہ وہ فقرا کے لیے نفع بخش نہیں ہے۔

(۳) صلوٰۃ وسلام متروکہ میں فقہاء کرام فدیہ کو ذکر کرتے ہیں؛ لیکن حج کا ذکر باوجود تتبع کثیر کے کہیں نہیں مل سکا، چناں چہ صاحب درمختار لکھتے ہیں:

”وأما من أفطر عمدًا فوجوبها عليه بالأولٰى.(۱)(أی الوصية بإعطاء الفدية)

بلکہ وصیت کی صورت میں فدیہ ہی کو لازم قرار دیتے ہیں اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(وفدی)لزوماً(عنه)أی عن الميت(وليه) الذی يتصرف فی ماله(كالفطرة)قدرًا،إلخ.(الدر المختار)

وفی الشامی:أی يلزم الولی الفداء عنه من الثلث إذا أوصٰى وإلا فلا يلزم بل يجوز،الخ.(رد المحتار:۱۶۱/۲)(۲)

(۴) فدیہ ادا کرنے کی صورت میں حقوق العباد کی ادئیگی ہے اور حج کرنے کی صورت میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہے اور حقوق العباد مقدم ہے حقوق اللہ پر۔

(۵) فدیہ بہر حال من جانب میت ہوتا ہے، اگر وصیت کی ہو تو لزوماً، ورنہ جوازاً، چوں کہ ورثا کا دینا گویا کہ میت ہی کا دینا ہے بخلاف حج کے کہ وہ من جانب میت نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کا صرف ثواب ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے:

وأما الحج فمقتضٰى ما سيأتی فی كتاب الحج عن الفتح أنه يقع عن الفاعل و للميت الثواب فقط وأما الكفارة فقد مرت متناً.(۱۶۳/۲)(۳)

(۶) قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ہی ادا کیا جائے، چوں کہ حج فرض کے بارے میں تمام فقہا لکھتے ہیں کہ وہ حج ہی کے ذریعہ ذمہ سے ساقط ہوگا، صدقہ وغیرہ سے حج فرض ساقط نہیں ہو سکے گا، اسی طرح صلوٰۃ وصوم کا سقوط بھی ذمہ سے صلوٰۃ وصوم کے ذریعے ہی ہونا چاہیے تھا؛ مگر حدیث پاک میں ممانعت موجود ہونے کی وجہ سے فدیہ کو اس کا بدل قرار دیا گیا ہے

لا يصوم أحد عن أحد ولا يصلی أحد عن أحد.(الهداية:۲۰۳/۱)(۴)

(۱-۲) الدر المختار علی صدر ردالمحتار،فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصو:۴۲۴/۲،دارالفكر بيروت،انيس

(۳) ردالمحتار،فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصو:۴۲۷/۲،،دارالفكر بيروت،انيس

(۴) باب مايوجب القضاء والكفارة:۱۲۵/۱،دار احياء التراث العربی بيروت،انيس

الْحَدِيثُ التَّاسِعَ عَشَرَ: قَالَ عليه السلام:لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ عَنْ أَحَدٍ، وَلَا يُصَلِّی أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، قُلْت: غَرِيبٌ مرفوعاً، وَرُوِیَ مَوْقُوفًا عَلَی ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ فَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ:رَوَاهُ النَّسَائِیّ فِی سُنَنِهِ الْكُبْرَی فِی الصَّوْمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَی ثنا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ثَنَا حَجَّاجٌ الْأَحْوَلُ ثنا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَی عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِی رَبَاحٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَا يُصَلِّی أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلَكِنْ يُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كل يوم مد مِنْ حِنْطَةٍ، انْتَهَی ==

لہٰذا اگر چہ وصیت نہ کی ہو؛لیکن صوم وصلوٰۃ کا سقوط ذمہ سے فدیہ ہی سے ہو سکے گا،حج سے نہیں،چوں کہ یہی صوم وصلوٰۃ کا بدل ہے،البتہ فدیہ کی ادائیگی کے بعد حج کرلیں اور ثواب والدین کو پہونچا دیں تو یہ نور علی نور ہے،حدیث پاک میں اس کی فضیلت موجود ہے۔

"إذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما واستبشرت أرواحهما وكتب عند الله برًا". أخرجه الدارقطني. (۱)(كذا في الشامي: ۳۳۷/۲)**فقط والله تعالٰى أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۵۴/۱-۵۶)

نماز کا فدیہ (قضاء فوائت):

سوال: ایام مرض میں تقریباً ایک سال کی نمازیں ذمہ رہ گئیں، بیماری سے پہلے بھی نمازیں پوری نہیں تھیں۔اس میں گندم، یا نقد دینا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

دونوں ہی دے سکتے ہیں، دن میں مع وتر کے چھ نمازیں ہیں، ایک نماز کا فدیہ ۲/۳۲ کلوگرام گندم ہے، گیہوں کی قیمت کے برابر اور کوئی چیز دینا چاہیں تو وہ بھی دے سکتے ہیں،مگر نقد دینا افضل ہے۔

قال في العلائية: ومالم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة (إلٰى قوله) **ودفع القيمة أي الدراهم أفضل من دفع العين على المذهب المفتى به،جوهرة وبحر عن الظهيرية.**

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالٰى تحت(قوله أي الدراهم): ولعلّه اقتصر على الدراهم تبعًا للزيلعي لبيان أنها أفضل عند إرادة دفع القيمة؛لأنّ العلّة في أفضلية القيمة كونها أعون على دفع حاجة الفقير. (رد المحتار: ۸۴/۲)**فقط والله تعالٰى أعلم**

۱۹/صفر ۱۳۹۱ھ (احسن الفتاویٰ: ۳۳/۳)

== وَلَمْ يُخْرِجْهُ ابْنُ عَسَاكِرَ فِي أَطْرَافِهِ. حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ: رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ فِي كِتَابِ الْوَصَايَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابن عمر، قال: لايصلين أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلَا يَصُومَنَّ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلَكِنْ إنْ كُنْتَ فَاعِلًا تَصَدَّقْتَ عَنْهُ، أَوْ أَهْدَيْتَ، انْتَهَى. (نصب الراية،باب مايوجب القضاء والكفارة: ۴۶۳/۲،مؤسسة الريان،انيس)

(۱) سنن الدارقطني،باب المواقيت،رقم الحديث: ۲۶۰۷/الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك شاهين،باب مختصر من كتابي كتاب بر الوالدين،الخ،رقم الحديث: ۲۹۳/ردالمحتار،مطلب في الفرق بين العبادة والقربة: ۶۰۹/۲،انيس

(۲) ردالمحتار،باب صدقة الفطر: ۳۶۴/۲،انيس

میت کی طرف سے اس کا بیٹا نماز کا فدیہ ادا کرسکتا ہے:

سوال: میرے والد کا انتقال ۱۹۶۳ء میں کراچی میں ہوا تھا، مجھے یاد ہے کہ بیماری کے دوران ان کی کچھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں، انہوں نے قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کا کوئی وصیت نامہ نہیں لکھا تھا تو کیا ہم لوگ ان کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے ان کی قضان نمازوں کا فدیہ ادا کرسکتے ہیں؟ اور اگر ادا کریں تو پھر کس حساب سے؟ یعنی ۱۹۶۳ء کے صدقہ فطر کے ریٹ سے، یا ۱۹۷۸ء کے صدقہ فطر کے ریٹ سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

آپ اپنے والد کی طرف سے فدیہ ادا کرسکتے ہیں، یومیہ چھ نمازوں کا حساب لگائیں؛ اس لیے کہ وتر کا مستقل فدیہ واجب ہے، جب فدیہ ادا کریں گے، اس وقت کا نرخ لگایا جائے گا۔(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

۲۲/محرم ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۴۵/۳)

☆ ☆ ☆

(۱) ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصىٰ بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۶۸۵/۱-۶۸۶،انیس)

وأما إذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد فى الزيادات: إنه يجزيه إن شاء اللّٰه تعالىٰ.(رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۶۸۵/۱-۶۸۶،ظفیر)(مطلب فى إسقاط الصلاة عن الميت: ۵۳۳/۲،مکتبة زکریا،انیس)